جلد ۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء شمارہ ۱۰۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان!

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اکتوبر سنہ ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ چھ روپے ॥ فی پرچہ:۔ ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

(طابع و ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم؛ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دارالصدر جنوبی - ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۴ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۱۰
۱۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اجتماعی ذکرِ الٰہی اور اُس کی عظیم الشّان برکات

سالانہ اجتماع میں شمولیّت کی بے اندازہ اہمیّت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی فلاح و نجاح کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے بعد جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ ذکرِ الٰہی کی کثرت ہے۔ ہر چند کہ تمام معروف عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ اوّل سے آخر تک ذکرِ الٰہی پر ہی مشتمل ہیں لیکن محض ان کی بجا آوری کو حصولِ فلاح کے لئے کافی نہیں قرار دیا گیا بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ان کی بجا آوری کے بعد انسان حتی الوسع والطاقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرض عبادت کے بعد کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیکر اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اِن عبادتوں کا لازمی نتیجہ یا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ تم باقی اوقات میں بھی اپنی زبانوں کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھو۔ مثال کے طور پر نماز کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (نساء آیت ۱۰۴)	جب تم نماز ادا کر چکو (تو اس کے بعد بھی) کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے رہو۔

اِسی طرح نمازِ جمعہ ادا کر چکنے کے بعد بھی بکثرت ذکرِ الٰہی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ	اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (جمعہ آیت ۱۱)

اور اللہ کا فضل تلاش کیا کرو اور اللہ کو بڑی کثرت کے ساتھ یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں بھی اس کی وجہ یہی بیان فرمائی ہے تاکہ تم ذکرِ الٰہی کے وصف سے متصف ہو سکو۔ چنانچہ فرمایا :۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۸۶)

تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور تاکہ تم اس کے شکرگزار ہو۔

حج کی تکمیل کے بعد بھی ذکرِ الٰہی کی تلقین اسی طرح موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ (بقرہ آیت ۲۰۱)

پھر جب تم حج کے مناسک ادا کر چکو تو اپنے باپ دادوں کو یاد کرنے کی طرح اللہ کو یاد کرو بلکہ اس سے بھی زیادہ دلبستگی کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو۔

قرآن کریم کی ان تمام آیات پر غور کرنے سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ عبادات فرض ہی اس لئے کی گئی ہیں کہ ذکرِ الٰہی کا عادی بنانے میں یہ مہمیز کا کام دیں اور ان کے نتیجہ میں انسان ایسی مداومت دکھائے کہ کسی حال میں بھی ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہو سکے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے یا لیٹے ہوئے ہر وقت اور ہر حال میں اس کی توجہ اللہ ہی کی طرف رہے اور وہ کسی نہ کسی رنگ میں اللہ ہی کا ذکر کر رہا ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ذکرِ الٰہی کو روح الاعمال کا درجہ حاصل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام فرض عبادات کے بعد ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے کو حصولِ فلاح کا یقینی ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (جمعہ آیت ۱۱) یعنی اگر دین و دنیا میں فلاح سے ہمکنار ہونا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے رہو۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے ذکرِ الٰہی سے غفلت برتنے والوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ بہر طور خسارہ میں رہیں گے۔ جیسا کہ فرمایا :۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المنٰفقون آیت ۱۰) یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو کہیں تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں ذکرِ الٰہی سے غافل نہ کر دے یاد رکھو جو بھی ایسا کریں گے وہ خسارہ میں رہیں گے۔ اب رہے وہ لوگ جو غفلت کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھ کر ذکرِ الٰہی سے روگردانی اختیار کرتے ہیں اور اسے تضیعِ اوقات سمجھنے کے باعث کبھی بھول سے بھی ان کی زبانوں پر خدا کا نام نہیں آتا انہیں تو اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح الفاظ میں عذابِ شدید سے ڈرایا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ (الجن آیت ۱۸)

یعنی جو شخص بھی اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتا ہے تو خدا اُس کو ایسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے جو بڑھتا ہی جاتا ہے۔ پس قرآن مجید کی صراحت اور واضح تعلیم کی رو سے فرض عبادات کے علاوہ تمام دنیوی مصروفیات میں بھی ہر آن ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا اور اپنی زبانوں کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھنا سعادتِ دارین یعنی حصولِ فلاح کے لئے ازبس ضروری ہے اس کے بغیر حقیقی فلاح کی امید عبث ہے۔

قرآن مجید کی جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے اُن پر غور کرنے سے ایک اور امر واضح ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح فرض عبادات کو انفرادی طور پر بجا لانے کی نسبت انہیں اجتماعی طور پر بجا لانا بدرجہا زیادہ ثواب اور برکت کا موجب ہے اسی طرح انفرادی ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ اجتماعی ذکرِ الٰہی کا اہتمام و انصرام بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ پسندیدہ اور بابرکت ہے۔ اس کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکرِ الٰہی کی تلقین کرتے ہوئے اکثر مقامات پر جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ اجتماعی ذکرِ الٰہی کی اس اہمیت کے پیشِ نظر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں انفرادی طور پر ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے وہاں کبھی کبھی صحابہؓ کو جمع کر کے ذکرِ الٰہی کی مخصوص مجالس بھی منعقد فرمایا کرتے تھے کتبِ احادیث و سِیَر میں ایسی متعدد مجالس کا ذکر آتا ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف انفرادی ذکرِ الٰہی پر زور دیا ہے وہاں اجتماعی ذکرِ الٰہی کی اہمیت اور اس کی عظیم الشان برکات پر بھی کچھ کم روشنی نہیں ڈالی ہے۔ انفرادی ذکرِ الٰہی کی اہمیت تو پوری جامعیت کے ساتھ اُس ایک حدیث سے ہی واضح ہو جاتی ہے جس میں آپ نے ذکرِ الٰہی نہ کرنے والے کو مُردہ انسان سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔
(بخاری و مسلم)

یعنی جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی سی ہے اور جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا اس کی مثال مُردہ کی سی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَ اَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَ

یعنی کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں کہ تمہارے اعمال میں سے بہترین کیا ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستھرا اور پاکیزہ فعل کونسا ہے اور تمہارے

الْفِضَّةِ وَاَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْنَ اَعْنَاقَكُمْ۔ قَالُوْا وَمَاذَا لِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ قَالَ ذِكْرُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(مسند احمد بن حنبلؒ)

درجات میں سب سے بلند تر درجہ کونسا ہے کہ جو سیم و زر خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے ——— جو اس سے بھی بہتر ہے کہ دشمنوں سے تمہارا مقابلہ ہو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا وہ ہے خدائے بلند و برتر کا ذکر۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حرکت و سکون کے لئے دعا سکھلائی ہے۔ آپ قدم قدم پر خود بھی یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے اور صحابہؓ کو بھی یہ دعائیں پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ فرداً فرداً آپؐ کا اور آپؐ کے صحابہؓ کا کوئی ایک لمحہ بھی ذکر الٰہی سے خالی نہ ہوتا تھا۔

اسی شد و مد کے ساتھ آپ اجتماعی ذکر الٰہی کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے تاکہ صحابہؓ اس کی عظیم الشان برکات سے بھی متمتع ہوں۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک موقع پر آپؐ نے صحابہؓ کو ذکر الٰہی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:-

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْ مَنْ عِنْدَهٗ۔

(صحیح مسلم)

یعنی جب کسی قوم کے افراد باہم مل کر ذکر الٰہی کی نیت سے بیٹھتے ہیں تو فرشتے آسمان سے نازل ہو کر انکے گرد اگرد آجاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پہ چھا جاتی ہے اور سکینت اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے اور اُن سے دریافت کیا کہ آپ لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم باہم مل کر اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی راہ دکھائی اور ہم پر احسان کیا۔ آپؐ نے فرمایا:-

اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنْ اَتَانِیْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللهَ يُبَاهِیْ بِكُمُ الْمَلٰئِكَةَ۔ (صحیح مسلم)

سنو میں نے تمہارے بر سبب جھوٹ کی تہمت کے حلف نہیں لیا۔ میرے پاس تو جبریل علیہ السلام ابھی آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی وجہ سے اپنے ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ اجتماعی ذکر الٰہی کی ایسی ہی بابرکت مجلسوں میں سے ——— جنہیں فرشتے حلقہ میں لیکر خیر و برکت

سے بھر دیتے ہیں، خدا تعالیٰ کی رحمت جن پر چھا جاتی ہے، آسمان سے سکینت نازل ہو کر جنہیں بشاشت و طمانیت سے مالا مال کر دیتی ہے، اور ملاءِ اعلیٰ میں جن کا ذکر بلند ہوتا ہے — ایک ہمارا (یعنی انصار اللہ کا) اجتماع بھی ہے جو امسال یکم تا ۳ نومبر ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہو رہا ہے۔ یہ اجتماع جیسا کہ خود انصار اللہ کو ذاتی مشاہدے اور تجربہ کی بناء پر علم ہے ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کی غرض سے ہی منعقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نیند اور کھانے کے مختصر وقفوں کے سوا دن اور رات اس کثرت سے ذکرِ الٰہی بلند ہوتا ہے کہ ہر دل سکینت و اطمینان سے معمور ہو کر فرطِ انبساط سے جھوم اُٹھتا ہے۔ ہر کوئی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہتا کہ وہ ایک اور ہی عالم میں زندگی بسر کر رہا ہے جہاں ہر طرف مسرّت ہی مسرّت ہے اور ایک خاص قسم کا روحانی کیف ہے جو رگ و ریشہ میں سرایت کر رہا ہے۔ جب رات کی خاموش گھڑیوں میں نمازِ تہجد کے دوران روحیں سوز و گداز سے معمور ہو کر آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہوتی ہیں اور دنیا میں غلبۂ اسلام سے متعلق اپنی التجائیں اور تمنائیں اپنے خالق و مالک کے حضور پیش کرتی ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آسمان، زمین کے بالکل قریب آگیا ہے۔ اُس وقت ہر دل اس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ جو دعا کیجئے قبول ہے آج۔ اسی طرح جب یکے بعد دیگرے قرآن مجید، احادیثِ نبویؐ اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے پُر معارف درس سُننے اور علماء سلسلہ کی روح پرور تقاریر سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق ملتی ہے تو روحانی علو و ارتفاع کی ایک ناقابلِ بیان کیفیت اس امر کی آئینہ دار ہوتی ہے کہ روح آسمان کی بلندیوں میں محوِ پرواز ہو کر عرشِ الٰہی کے قریب جا پہنچی ہے۔ الغرض ایک عجیب پُر کیف ماحول اور روحانی سماں ہوتا ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ لذت آشنا دل اس پُر کیف روحانی ماحول کی انقلاب انگیز تاثیر سے بخوبی آگاہ ہیں اور ہر سال ان سے متمتع اور بہرہ اندوز ہونے کی خاطر ان ایام میں ربوہ کھنچے چلے آتے ہیں۔

ایسے مقدس و بابرکت اور ایسے ایمان افروز و روح پرور للّٰہی اجتماع کے انعقاد میں اب صرف دس پندرہ دن ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ انصار جو پہلے ایک دفعہ بھی اس میں شمولیت کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں وہ آجکل انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہے ہوں گے اور اُن کے دل بے چین ہوں گے کہ اکتوبر کا مہینہ ختم ہو اور وہ اُڑ کر مرکز میں جا پہنچیں اور اجتماع میں شمولیت اختیار کر کے ہر آن جاری رہنے والے اُس ذکرِ الٰہی میں حصہ لیں جس کے طفیل لاریب فرشتوں کی معیت نصیب ہوتی ہے اور دل اطمینان و سکینت سے لبریز ہو کر مہبطِ انوارِ الٰہی بن جاتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب انصار لائق صد مبارکباد ہیں کیونکہ خدا نے ان کے لئے ان کی دلی تڑپ کے مطابق پہلے ہی سے بے اندازہ اجر و ثواب مخصوص کر رکھا ہے۔ وہ آئیں گے دیوانہ وار آئیں گے، ہزار مصروفیتوں کے باوجود آئیں گے اور اس شان سے آئیں گے کہ کوئی دنیوی مصروفیت یا مال و اولاد کی محبت ان کے راستہ میں روک نہ بن سکے گی۔ البتہ وہ انصار جنہیں گذشتہ نو سال میں باوجود استطاعت کے ایک دفعہ بھی اجتماع میں شمولیت کی توفیق

ہنیں ملی ہم انہیں توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنی عدم توجہی کے باعث اجتماعی ذکر الٰہی اور اس کے طفیل بے انداز اجرو ثواب اور تزکیہ نفوس و تطہیر قلوب کی دولت میسر آنے کے ایک انمول موقع سے ابھی تک محروم ہیں۔ اُن کی یہ محرومی بہر طور قابلِ افسوس ہے۔ اے کاش وہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اجتماعی ذکر الٰہی کی بنیادی اہمیت سے باخبر ہوں اور اس سے آگاہ ہونے کا یہ اثر ظاہر ہو کہ ؎

اُن پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

وہ ذکرِ الٰہی سے غفلت برت کر خسارہ پانیوالوں میں سے نہ ہوں بلکہ اجتماعی ذکرِ الٰہی کی تڑپ انہیں بھی اجتماع میں شمولیت پر آمادہ کر کے دیوانہ وار یہاں کھینچ لائے۔

جملہ زعماء صاحبان انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے انصار اللہ پر جو ابھی تک اجتماع میں شمولیت کی سعادت سے محروم چلے آرہے ہیں ذکرِ الٰہی کی بے انداز اہمیت واضح کر کے انہیں اجتماع میں شامل ہونے کی پُرزور تحریک کریں تاکہ اجتماعی ذکرِ الٰہی کی عظیم الشان برکات سے بہرہ اندوز ہونے کی غیر معمولی سعادت ان کے حصہ میں بھی آسکے اور وہ بھی اپنے دامن ہائے استعداد کو آسمانی فیوض و برکات سے بھر کر مقصدِ حیات کے اعتبار سے فائز المرام ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انصار اللہ کو اپنے اجتماع کی اہمیت کو سمجھنے اور اجتماعی ذکرِ الٰہی کے اِس انمول موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ آئیں والہانہ انداز میں پہلے سے بھی بڑھ کر تعداد میں آئیں اور ربوہ اور اس کے ماحول کو اِس طرح ذکرِ الٰہی سے معمور کر دکھائیں جس طرح سمندر پانی سے لبریز ہے۔ کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جو بلا عذر شرکت سے غفلت برت کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک خسارہ پانے والوں میں شمار ہو۔ بلکہ بلا استثناء سارے ہی لعلکم تفلحون کے مصداق ثابت ہوں۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

مجاہدہ کرو تاکہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن پر اپنی راہیں کھولتے ہیں۔ غرض مجاہدہ کرو اور خدا میں ہو کر کرو تاکہ خدا کی راہیں تم پر کھُلیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۳۱)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے!

اسی لئے ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں

سیدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو بار بار قادیان آنے اور حضور کی صحبت میں رہ کر اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنے اور اعمالِ صالحہ کی قوت سے بہرہ ور ہونے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ بکثرت قادیان آکر مسلسل کئی کئی دن تک حضور کی خدمت میں حاضر رہتے، اپنا سارا وقت حضور کی پُرمعارف باتیں سُننے اور ذکرِ الٰہی کرنے میں بسر کرتے، اور پھر تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹتے۔ اُن کے بار بار آنے، حضور کی صحبت سے فیضیاب اور دن رات ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ آسمانِ روحانیت کے درخشندہ ستارے بن کر دوسروں کی رہنمائی کا موجب بنے۔ ذیل میں ہم حضور علیہ السلام کی اُن پُرمعارف نصائح کا ایک حصّہ درج کرتے ہیں جن میں حضور نے صحبتِ صالحین کی اہمیت کو نہایت پُرمعارف اور مسحور کن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ (ادارہ)

"مُردوں سے مدد مانگنے کے طریق کو ہم نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ مُردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور زندوں سے دُور بھاگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں لوگ اُن کی نبوّت کا انکار کرتے رہے اور جس روز انتقال کر گئے تو کہا کہ آج نبوّت ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی مُردوں کے پاس جانے کی ہدایت نہیں فرمائی بلکہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم دے کر زندوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اُس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان

صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے۔ اور یہ اِس لئے کہ چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر قسم کی طبیعت کے موافق حال تقریر ناصح کے مُنہ سے نہیں نکلا کرتی۔ کوئی وقت ایسا آجاتا ہے کہ اُس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اس کے مذاق پر گفتگو ہو جاتی ہے جس سے اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دنوں تک نہ رہے تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اُس کے مذاق کے موافق نہیں ہے اور اُس سے اُس میں بدد لی پیدا ہو اور وہ حُسنِ ظن کی راہ سے دُور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔ غرض قرآن کریم کے منشاء کے موافق زندوں ہی کی صحبت میں رہنا ثابت ہوتا ہے۔

اور اُستعانت کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصل استمداد کا حق اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اِسی پر قرآن کریم نے زور دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ پہلے صفاتِ الٰہی ربّ، رحمٰن، رحیم، مالکِ یوم الدّین کا اظہار فرمایا، پھر سکھایا اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یعنی عبادت بھی تیری ہی کرتے ہیں اور استمداد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل حق استمداد کا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ کسی انسان، حیوان، چرند، پرند، غرضیکہ کسی مخلوق کے لئے نہ آسمان پر نہ زمین پر یہ حق نہیں ہے۔ مگر ہاں دوسرے درجہ پر ظلّی طور سے یہ حق اہل اللہ اور مردانِ خدا کو دیا گیا ہے۔ ہم کو نہیں چاہیئے کہ کوئی بات اپنی طرف سے بنالیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے اندر رہنا چاہیئے اِسی کا نام صراطِ مستقیم ہے۔ اور یہ امر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے بھی بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اِس کے پہلے حصّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا محبوب و معبود اور مطلوب اللہ تعالیٰ ہی ہونا چاہیئے اور دوسرے حصّہ سے رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا اظہار ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ رسالت میں ایک امر ظاہر ہوتا ہے اور ایک مخفی ہوتا ہے مثلاً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک کلمہ ہے جسے رسالتمآبؐ نے بایں الفاظ لوگوں تک پہنچایا ہے، لوگ مانیں یا نہ مانیں۔ یعنی رسالت کا کام صرف پہنچا دینا تھا۔ مگر رسالت کے یہ ظاہری معنی ہیں۔ ہم جب اور زیادہ غور کر کے بطون کی طرف جاتے ہیں تو اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ بطور ایک جزوِ غیر منفک کے شامل ہوتی ہے۔ یہ صورت ابلاغ تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوّتِ قدسیہ کے زور سے اِس تبلیغ کو باثمر بنانے میں لانظیر نمونہ دکھایا ہے۔ قرآن کریم سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ آپ کو کس قدر سوزش اور گدازش لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا

اِس فکر میں کہ یہ مومن کیوں نہیں بنتے۔ یہ پکی بات ہے کہ ہر نبی صرف لفظ لے کر نہیں آتا بلکہ اپنے اندر وہ ایک درد اور سوز و گداز بھی رکھتا ہے جو اپنی قوم کی اصلاح کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ درد اور اضطراب کبھی بناوٹ سے نہیں ہوتا بلکہ فطرۃً اضطراری طور پر اُس سے صادر ہوتا ہے جیسے ایک ماں اپنے بچے کی پرورش میں مصروف ہوتی ہے۔ اگر بادشاہ کی طرف سے اُس کو حکم بھی دیا جاوے کہ اگر وہ اپنے بچے کو دُودھ نہ بھی دے اور اِس طرح پر اُس کے ایک دو بچے مر بھی جاویں تو اُس کو معاف ہیں اور اُس سے کوئی باز پُرس نہ ہوگی تو کیا بادشاہ کے ایسے حکم پر کوئی ماں خوش ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بادشاہ کو گالیاں دے گی۔ وہ دودھ دینے سے رُک سکتی ہی نہیں۔ یہ بات اس کی طبیعت میں طبعاً موجود ہے۔ دُودھ دینے میں اس کو کبھی بھی بہشت میں جانا یا اس کا معاوضہ پانا مرکوز اور ملحوظ نہیں ہوتا۔ اور یہ جوش طبعی ہے جو اس کی فطرت نے دیا ہے۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جانوروں کی مائیں بکری، بھینس یا گائے یا پرندوں کی مائیں اپنے بچوں کی پرورش سے علیحدہ ہو جائیں۔ ایک فطرت ہوتی ہے، ایک عقل ہوتی ہے اور ایک جوش ہوتا ہے۔ ماؤں کا اپنے بچوں کی پرورش میں مصروف ہونا یہ فطرت ہے۔ اِسی طرح پر مامورین جو آتے ہیں ان کی فطرت میں بھی ایک بات ہوتی ہے۔ وہ کیا؟ مخلوق کے لئے دلسوزی اور بنی نوع انسان کی خیر خواہی کے لئے ایک گداز ش۔ وہ طبعی طور پر چاہتے ہیں کہ لوگ ہدایت پا جاویں اور خدا تعالیٰ میں زندگی حاصل کریں۔

پس یہ وہ سِر ہے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے دوسرے حصے میں یعنی اظہارِ رسالتِ محمدیہ میں رکھا ہوا ہے۔ پیغام پہنچانے والے عام طور پر پیغام پہنچا دیتے ہیں اور اِس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اِس پر عمل ہو یا نہ ہو، گویا وہ تبلیغ صرف کان ہی تک محدود ہوتی ہے۔ برخلاف اِس کے مامورینِ الٰہی کان تک بھی پہنچاتے ہیں اور اپنی قدسی قوت کے زور اور ذریعہ سے دل تک بھی پہنچاتے ہیں۔ اور یہ جذب اور عقدِ ہمت ایک انسان کو اُس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آ جاتا ہے اور ظلّ اللہ بنتا ہے۔ پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس مرتبہ میں کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے۔ اِس لئے آپ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا، وہ اِس پر سخت گراں ہیں اور اِسے ہر وقت اِس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں۔ اِن ساری باتوں کو یکجائی طور پر دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوّل خدا تعالیٰ مدد دیتا ہے، پھر دوسرے درجہ پر مامورمن اللہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں جوش ڈالا ہے اور وہ اِسی جوش اور تقاضائے فطرت کے ساتھ مخلوق کی بہتری میں ہر ایک قسم کی کوشش کرتے ہیں اِسی طرح جس طرح ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر۔ اِس لئے کہ والدہ کا نفس مزکّی نہیں ہے

اور یہ مزکّی النفس لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں کو صادقین اِس آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں فرمایا گیا ہے ...
پس تم کو چاہیئے کہ تم زندوں کی صحبت تلاش کرو اور بار بار ان کے پاس آ کر بیٹھو۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ میں تاثیر نہیں ہوتی۔ سنۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ ترقی تدریجاً ہوتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوئی۔ جو سلسلہ منہاج نبوۃ پر قائم ہوگا اس میں بھی تدریجی ترقی کا قانون کام کرتا ہوگا۔ پس چاہیئے کہ صحابہؓ کی طرح اپنے کام کاج چھوڑ کر یہاں آ کر بار بار اور عرصہ تک صحبت میں رہو تاکہ تم دیکھو جو صحابہؓ نے دیکھا اور وہ پاؤ جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے پایا۔"

(الحکم ۲۴۔ جولائی ۱۹۰۲ء)

حقیقی پاکی حاصل کرنے کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کرکے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔ اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے۔ اور دوسری دعا کہ ہر وقت جنابِ الٰہی میں نالاں رہے تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو نکالے ...... تیسرا طریق صحبتِ کاملین اور صالحین ہے کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں جن کے اجتماع سے آخرکار فضل شاملِ حال ہو جاتا ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی منظوم کلام

دشمنوں کی طرف سے تکالیف پر طلب نصرت

سَئِمْنَا تَکَالِیْفَ التَّطَاوُلِ مِنْ عِدًا   تَمَادَتْ لَیَالِی الْجَوْرِ یَا رَبِّ فَانْصُرِ

ہم دشمنوں کی طرف سے لمبے عرصہ تک تکالیف پہنچائے جانے پر اُکتا گئے ہیں۔ اے میرے رب ظلم کی راتیں لمبی ہو گئی ہیں اب تو میری مدد فرما۔

وَاَنْتَ رَحِیْمٌ ذُوْحَنَانٍ وَرَحْمَۃٍ   فَنَجِّ عِبَادَکَ مِنْ وَّبَالٍ مُدَمِّرِ

اور تو بار بار رحم کرنے والا مہربان اور صاحب رحمت ہے۔ پس تو اپنے بندوں کو ہلاک کرنے والے بُرے انجام سے نجات دے۔

رَاَیْتَ الْخَطَایَا فِیْ اُمُوْرٍ کَثِیْرَۃٍ   وَاِسْرَافَنَا فَاغْفِرْ وَاَیِّدْ وَعَزِّرِ

تُو نے بہت سے اُمور میں ہماری خطائیں اور ہماری زیادتیاں دیکھی ہیں پس تُو ہمیں معاف فرما اور تائید اور نصرت فرما۔

وَاَنْتَ کَرِیْمُ الْوَجْہِ مَوْلًی مُجَامِلٌ   فَلَا تَطْرُدِ الْغِلْمَانَ بَعْدَ التَّخَیُّرِ

اور تُو بہت فیاض اور مہربان آقا ہے۔ پس تُو اپنے بندوں کو پسند کرنے کے بعد اپنی ذات سے الگ نہ کر۔

وَجِئْنَاکَ کَالْمَوْتٰی فَاَحْیِ اُمُوْرَنَا   وَنَسْتَغْفِرَنَّکَ مُسْتَغِیْثِیْنَ فَاغْفِرِ

اور ہم مُردوں کی طرح تیرے پاس آئے ہیں۔ پس تو ہمارے کاموں کو زندہ کر دے اور اپنے گناہوں کی بخشش کیلئے فریادی بنکر تیرے حضور آئے ہیں پس تُو ہمارے گناہ معاف فرما

اِلٰھِیْ فَدَتْکَ النَّفْسُ اَنْتَ مَقَاصِدِیْ   تَعَالَ بِفَضْلٍ مِّنْ لَّدُنْکَ وَبَشِّرِ

اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان ہو تُو ہی میرا مقصود ہے۔ اپنا فضل لے کر آجا اور خوشخبری دیدے۔

اِلٰھِیْ اَغِثْنِیْ یَا اِلٰھِیْ اَمِدَّنِیْ   وَبَشِّرْ بِمَقْصُوْدِیْ حَنَانًا وَّخَبِّرِ

اے میرے خدا میری فریاد رسی کر اور اے میرے خدا میری مدد فرما۔ اور اپنی مہربانی سے میرے مقصود کی بشارت اور خبر مجھے دیدے۔

(مرآۃ الخلافہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام

حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضرتؐ کی ذات سے بے پناہ عشق

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام　　　وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

اے نبی اللہ! میں تیرے بال بال پر فدا ہوں۔ اگر مجھے ایک لاکھ جانیں بھی ملیں تو تیری راہ میں ان سب کو قربان کر دوں۔

اتّباع و عشقِ روئیت از رہِ تحقیق چیست　　　کیمیائے ہر دلے اکسیر ہر جانِ فگار

تحقیق کی رُو سے تیری اتّباع اور تیرا عشق کیا ہے؟ یہ (تیرا عشق و اتّباع) ہر دل کے لئے کیمیا اور ہر زخمی جان کے لئے اکسیر ہے۔

دل اگر خوں نیست از ہجرت چہ چیز است آں دلے　　　ور نثارِ تو نگردد جاں کجا آید بکار

دل اگر تیری محبّت میں خون نہیں تو وہ دل ہی نہیں۔ اور جو جان تجھ پر قربان نہ ہو وہ جان کس کام کی۔

دل نمے ترسد بمہرِ تو مرا از موت ہم　　　پائیداری ہا ببیں خوش میروم تا پائے دار

تیری محبّت میں میرا دل موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ میرا استقلال دیکھ کہ میں صلیب کے نیچے خوش خوش جا رہا ہوں۔

راغب اندر رحمتت یا رحمۃ اللہ آمدیم　　　ایکہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار

اے اللہ کی رحمت ہم تیرے رحم کے امیدوار ہیں۔ تُو وہ ہے کہ ہم جیسے لاکھوں تیرے در کے اُمیدوار ہیں۔

یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام　　　وقفِ راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش ست بار

اے نبی اللہ! میں تیرے پیارے مُکھڑے پر نثار ہوں۔ میں نے اس سر کو جو کندھوں پر بار ہے تیری راہ میں وقف کر دیا ہے۔

تا بمن نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند　　　عشقِ او در دل ہمے جوشد چو آب از آبشار

جب سے مجھے رسول پاکؐ کا نُور دکھایا گیا ہے۔ اُس کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار میں سے پانی۔

(آئینۂ کمالاتِ اسلام)

خدائی جماعتوں کی ترقی اور کامیابی کے اصل ذرائع

توکّل، اطاعت، عبادت اور نیک اعمال

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورہ حج کی آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (حج آیت ۷۸) کی بہت ہی لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے خدائی جماعتوں کی ترقی اور کامیابی کے اصل ذرائع پر نہایت بصیرت افروز پیرائے میں روشنی ڈالی ہے اور واضح فرمایا ہے کہ دنیا والوں کی ترقی اور مومنوں کی ترقی کے ذرائع یکسر مختلف واقع ہوئے ہیں دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جہاں توکل، عبادات اور ذکرِ الٰہی کو دنیا والے ترقی کی راہ میں روک سمجھتے ہیں وہاں مومنوں کی تمام تر کامیابی کا انحصار ہی اِن باتوں پر ہوتا ہے۔ تفسیر کا یہ حصہ ہماری جماعت کے لئے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا افادۂ احباب کی غرض سے اسے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔　　(ادارہ)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ یعنی اے مومنو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تاکہ تم اپنے مقصود کو پالو۔

اِن آیات میں مومنوں کو اُن فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو الٰہی جماعتوں کو کامیاب بنانے میں ممد ہوتے ہیں، اور جن کے بغیر غلبہ کا حصول ناممکن ہوتا ہے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیوی جماعتوں کا طریق کار بالکل علیحدہ ہوتا ہے اور ان پر دینی جماعتوں کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ دنیوی جماعتوں کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ سچ سے کام لیں۔ وہ جھوٹ، فریب اور دغابازی سے کام لیتی ہیں اور اسی طرح ہر ممکن ذریعہ سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر یہ ہتھیار جو عام طور پر دنیا میں کامیابی کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں دین میں ان کو بالکل حرام قرار دیا گیا ہے۔ دنیوی امور میں لوگ جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں، وہ فریب سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فریب کے بغیر گزارہ نہیں،

وہ منافقت سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منافقت کے بغیر گزارہ نہیں۔ جب ایک قوم دوسری قوم کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے، جب اس کی ساری قوتیں دوسری قوم پر حملہ کرنے کے لئے مجتمع ہو رہی ہوتی ہیں، جب اس کے سارے محکمے اپنے کیل کانٹے درست کر رہے ہوتے ہیں اُس وقت دنیادار حکومتیں بڑے زور سے یہ اعلان کرتی سُنائی دیتی ہیں کہ ہمارے تعلقات اس حکومت سے بڑے اچھے ہیں۔ اور جب وہ جنگ کا فیصلہ کر چکی ہوتی ہیں اُن کے مدبر بڑے زور شور سے یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم صلح کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کریں گے مگر اُن کی غرض اِن اعلانات سے یہ ہوتی ہے کہ اگر ہمارا دشمن بیوقوف بنایا جا سکے تو اسے بیوقوف بنائیں۔ اِس کے مقابلہ میں اُن کا دشمن بھی اسی طرح کر رہا ہوتا ہے جس طرح وہ کر رہے ہوتے ہیں، وہ بھی دھوکہ اور فریب اور جھوٹ استعمال کر رہا ہوتا ہے۔ مگر دین کے ساتھ تعلق رکھنے والی جماعتوں کو اِس قسم کا طریق اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ انہیں اگر کہا جاتا ہے تو یہ کہ تمہیں اچانک حملہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر تمہارا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہے اور تم دیکھتے ہو کہ دوسرا فریق اس معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو ایک لمبا عرصہ قبل یہ اعلان کر دو کہ ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہے۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو دوسری قوم سے لڑ سکتے ہو۔ پس دینی قوموں کے لئے مشکلات بہت زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ جن تدابیر کو دنیا اختیار کر سکتی ہے ان کو وہ تدابیر اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اِس لئے عقلی طور پر کوئی ایسا قائم مقام ہونا چاہیئے جو جھوٹ اور دغا اور فریب کے مقابلہ میں نیکوں کا سہارا ہو۔ اِس سہارے کا اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں ذکر کیا ہے۔

فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا، یعنی اے مومنو! تم رکوع کرو۔ رکوع سے مراد اِس جگہ نماز والا رکوع نہیں۔ رکوع کے معنے نماز کے علاوہ بھی ہوتے ہیں اور وہ معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اُس کی طرف جُھک جانا اور ماسوی اللہ کا خیال اپنے دل سے بکلّی نکال دینا گویا کامل توحید کے خیالات دل میں پیدا کر لینا اور ماسویٰ کی عبادت، اُس پر انحصار اور توکّل اور اُمید کا دل سے خیال نکال دینا ــــ اِس کا نام عربی میں رکوع ہے۔ چنانچہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ فُلَانٌ رَکَعَ اِلَی اللّٰہِ کہ فلاں شخص ہر ایک دنیوی چیز کا خیال دل سے نکال کر خدا تعالیٰ کی طرف جُھک گیا۔ پس اِس جگہ رکوع سے مراد وہ رکوع نہیں جو نماز میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ رکوع ہم علیحدہ نہیں کرتے بلکہ وہ نماز کا ایک حصّہ ہوتا ہے۔ خالی رکوع اسلام میں کہیں ثابت نہیں۔ اور خالی سجدہ اسلام میں شکریہ یا تلاوتِ قرآن کریم کے سوا عبادت کے طور پر ثابت نہیں۔ بلکہ خالی سجدہ تو دعا کے موقع پر کبھی لیا جاتا ہے لیکن خالی رکوع کا رسماً بھی اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پس رکوع سے مراد یہاں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جُھک جانا نہیں بلکہ ماسوی اللہ کا خیال اپنے دل سے نکال کر کامل توحید پر ایمان رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا نام رکوع رکھا گیا ہے۔ یہ گویا مومن کے لئے اُن چیزوں کا قائم مقام ہو جاتا ہے جن کو چھوڑنے

کا اسے حکم ہے۔

رکوع کا لفظ اصل میں اسی لئے استعمال کیا گیا ہے کہ رکوع میں ایک چیز ٹیڑھی ہو جاتی ہے اور سہارا ہمیشہ ٹیڑھا ہو کر لیا جاتا ہے۔ جو شخص سیدھا کھڑا ہو گا وہ سہارا نہیں لے سکتا۔ اور اگر وہ سہارا لینا چاہے گا تو اسی وقت لے سکے گا جب وہ ٹیڑھا ہو گا۔ تو وارکعوا کے معنے در اصل خدا تعالیٰ پر سہارا لینے اور اُس کے اوپر جُھک جانے کے ہیں۔ جھوٹ، فریب اور منافقت یہ دنیا کے سہارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو بڑے گندے سہارے ہیں انکو چھوڑ دو اور ان کے قریب بھی مت پھٹکو۔ جب دنیا کے سہارے ایک انسان سے لے لئے جائیں تو لازماً وہ کسی اور سہارے کا محتاج ہو گا کیونکہ انسان سخت کمزور اور بے بس ہے۔ ایک کمزور انسان جو بیمار بھی ہو کریچز (crutches) پر چلتا ہے، یا اگر کھڑا ہوتا ہے تو دیوار کی ٹیک لگا لیتا ہے، یا دم لینے کے لئے کرسی پر جا بیٹھتا ہے، یا اگر لیٹے لیٹے سر اٹھاتا ہے تو کہنی کا سہارا لے لیتا ہے یا گاؤ تکیہ اپنے پیچھے رکھ لیتا ہے۔ تو کمزوری اور بیماری کے وقت انسان کو دوسری چیزوں کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ انسان عالَمِ روحانی میں سخت کمزور ہے اور ہزاروں خفیہ باتیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کی ترقی کی راہ میں روک بن کر حائل ہو جاتی ہیں اس لئے اس عالَم میں بھی وہ کسی نہ کسی سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔ دنیا دار شخص ایسے موقع پر دغا فریب جھوٹ اور مکاری کا سہارا لیتا ہے۔ مگر مومنوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان امور سے بچو۔ تم نہ فریب سے کام لو، نہ جھوٹ سے کام لو، نہ دھوکہ سے کام لو اور نہ کسی ناجائز ہتھیار کو استعمال کرو۔ اب جبکہ ایک کمزور انسان کے تمام دنیوی سہارے شریعت نے لے لئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا کرے۔ سہارا تو ایک کمزور انسان کے لئے ضروری تھا۔ اور اُس سے سہارے کو لے لینا ایسا ہی ہے جیسے ایک لنجے کی سوٹیاں لے لی جائیں یا بیمار کے نیچے سے گاؤ تکیہ نکال لیا جائے یا ایک کمزور انسان جب کرسی پر بیٹھنے لگے تو اُس کے نیچے سے کرسی کھینچ لی جائے۔ ایسی حالت میں اسے لازماً کسی اور سہارے کی ضرورت پیش آئے گی اور وہ کہے گا کہ میں کس پر سہارا لوں میں تو گِر جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں اس کا جواب دیا ہے فرماتا ہے ارکعوا تم ہمارے اوپر سہارا لے لو اور ہم پر جُھک جاؤ۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی انسان دوسرے کمزور انسان کی سوٹی تو لے لے مگر اپنا کندھا اس کے سامنے پیش کر دے اور کہے کہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلو۔ اسی طرح جب ناجائز ہتھیاروں اور ناجائز سہاروں سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا تو فرمایا چونکہ تمہیں کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے اس لئے ہم تمہیں کہتے ہیں کہ تم ہم پر جُھک جاؤ اور ہمارا سہارا لے لو۔ وارکعوا کا لفظ توکّل علی اللہ پر دلالت کرتا ہے اور اِس میں یہ سبق سکھایا گیا ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل کرنا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ میرے کاموں میں جو نقائص ہیں خدا تعالیٰ انہیں دور کرنے کا خود ذمّہ دار ہے کیونکہ جب کامیابی کے حصول کی ناجائز دنیوی ضرورتوں

سے اس نے منع کر دیا ہے تو اب وہ ہمارا خود ذمہ دار ہے اور وہ آپ ہمارے نقصوں اور ہماری خامیوں کو پورا کرے گا۔

پھر فرماتا ہے وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ۔ یہاں وَاسْجُدُوْا میں جو سجدہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد بھی نماز والا سجدہ نہیں اِس لئے کہ آگے وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ کے الفاظ آتے ہیں جس میں سجدہ بھی شامل ہے۔ پس اِس جگہ سجدہ سے مراد بھی وہ سجدہ نہیں جو ہم زمین پر کرتے ہیں بلکہ وَاسْجُدُوْا کے معنے ہیں کہ اے مومنو! تم کامل فرمانبرداری سے کام لو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری اتباع کرو اور جس طرح وہ حکم دیتا ہے اسی طرح کرو چاہے وہ حکم تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ بسا اوقات انسان ایک چیز کے متعلق جانتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش کی گئی ہے مگر اپنی نادانی سے سمجھتا ہے کہ اس میں میری تباہی اور بربادی ہے لیکن جب وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اُس چیز کو اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی خود حفاظت کرتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اُس پر انعامات کا نزول شروع ہو جاتا ہے ۔۔۔۔ سو اللہ تعالیٰ اِس آیت میں فرماتا ہے کہ اے مومنو! جب تم ہمارے پاس آئے ہو تو تمہیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ بغیر اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ کے احکام پر عمل کرنے کے تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، ہمارے احکام کی فرمانبرداری کا عہد کرو اور ہماری عبادت میں لگ جاؤ تو ہم تمہیں کامیاب کر دیں گے۔

پھر فرماتا ہے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ جب تم یہ باتیں کر لو یعنی ۔۔۔۔۔۔ جب تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھا لو، جب تم اُس کی شب و روز عبادت کرو تو پھر چوتھا فرض تمہارا یہ ہے کہ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ۔ تم بنی نوعِ انسان کی بھلائی کی کوشش کرو، تم یتیموں کی خبر گیری کرو، تم بیواؤں کی نگہداشت کرو، تم مساکین سے شفقت اور رافت سے پیش آؤ، تم ہمسایوں سے نیک سلوک کرو، تم دینِ اسلام کو ان لوگوں میں پھیلاؤ جو اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہیں۔ غرض جس قدر اچھے کام ہیں وہ سب کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ کو تو لوگ کسی حد تک مانتے ہیں مگر باقی جس قدر احکام ہیں ان کو دنیا بالعموم اپنی تباہی کی علامت سمجھتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں جو توکل کرے گا اس کا بیڑا غرق نہیں ہو گا تو اور کس کا ہو گا؟ پھر وہ کہتے ہیں جو احکامِ مذہبی پر چلے گا اور دین کی ترقی کے لئے چندے دے گا وہ غریب نہیں ہو گا تو اور کون ہو گا؟ اِسی طرح وہ کہتے ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھے گا وہ تین چار گھنٹے ضرور ضائع کر دے گا، اور جس نے اپنے اوقات کا اتنا بڑا حصہ اِس طرح رائیگاں کھو دیا وہ دنیا میں کامیاب کس طرح ہو گا؟ غرض دنیا

اِن تمام باتوں کو تباہی کا موجب سمجھتی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ وہی تم کرو کیونکہ دنیوی ترقی اور دینی ترقی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اِس کے ذرائع اَور ہوتے ہیں اور اُس کے ذرائع اَور ہیں"۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۴)

بیعت کیساتھ عمل صالح ضروری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہیئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے .... صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جبتک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اِس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو، متقی بنو، ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گذارو، رات اور دن تضرع میں لگے رہو ...... دعا، تضرع، صدقہ و خیرات کرو، زبانوں کو نرم رکھو، استغفار کو اپنا معمول بناؤ، نمازوں میں دعائیں کرو۔ مثل مشہور ہے کہ منّتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔ نِرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پسِ پشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنا کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا بے سُود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ عملِ صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرّہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے) عُجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے) اَور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اُس سے صادر ہوتے ہیں اُن سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عملِ صالح وہ ہے جس میں ظلم، عُجب، ریا، تکبّر اور حقوقِ انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو"۔

(البدر ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

سالانہ اجتماع اور زعماء صاحبان کا فرض

(محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

جیسا کہ قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے انصار اللہ کا نواں سالانہ اجتماع ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کی مخصوص روایات کے ساتھ انشاء اللہ العزیز یکم، ۲، ۳ نومبر ۱۹۶۳ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔ اس میں شریک ہونے کی افادیت اور تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کے لحاظ سے اس کی غیر معمولی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ جملہ ناظمین، زعماء اعلیٰ اور زعماء صاحبان کا فرض ہے کہ وہ احباب کو بکثرت شمولیت کے لئے مسلسل تحریک فرماتے رہیں۔ اس امر کی ذمہ داری براہ راست اُن پر عائد ہوتی ہے کہ اُن کی اپنی مجلس یا مجالس کے اراکین زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس میں شریک ہو کر تربیت و اصلاح کے اس انمول موقع سے کماحقہٗ مستفیض ہوں۔

یہ امر بھی خاص طور پر مدّنظر رہے کہ مجلسِ شوریٰ انصار اللہ میں شرکت کے لئے نمائندگان کے اسماءِ گرامی کے متعلق اطلاع مرکز میں زیادہ سے زیادہ ۲۰ ر اکتوبر تک پہنچ جانی چاہیئے۔

مزید برآں یہ امر بھی ازحد ضروری ہے کہ سالانہ اجتماع کا چندہ فوری طور پر مرکز میں بھجوا دیا جائے تاکہ اجتماع کے انتظامات جلد از جلد اور بسہولت پایۂ تکمیل کو پہنچ سکیں۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء

مرزا ناصر احمد

(صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

دینی اجتماعات کی غرض و غایت

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے۔ قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

(۱)

انبیاء کی بعثت سے غرض تطہیرِ قلوب اور تزکیۂ نفوس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہے۔ انسان اکثر و بیشتر گرد و پیش کی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف رہتا ہے یا جسمانی آرام و آسائش کا سامان مہیّا کرنے میں۔ موت اس کی نظر سے اوجھل رہتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا خیال اکثر نظر انداز ہو جاتا ہے۔ اصل زندگی اُخروی زندگی ہے ـــ ابدی زندگی ـــ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قرآن مجید میں خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اِس کی فکر دنیوی زندگی سے بہرحال بہت زیادہ ہونی چاہیئے۔ دنیوی زندگی محض اُخروی زندگی کیلئے زادِ راہ مہیّا کرنے اور تیاری کے لئے ہے مگر انسان اپنی ناعاقبت اندیشی سے اکثر اسے رائیگاں جانے دیتا اور یونہی گنوا دیتا ہے۔ اِس لئے اسے خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور اصل مقصد کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں انبیاء اور مامورین مبعوث فرماتا ہے جو سوتوں کو جگاتے اور بھُولے بھٹکوں کو راہ دکھاتے ہیں، جو دنیا کے دلدادوں کو دنیوی آلائشوں سے پاک کرتے اور خدا تعالیٰ سے ملاتے ہیں۔

ہم وابستگانِ احمدیت کی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں محض اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ کے مامور و مرسل کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اِس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ یہ محض اس کا احسان اور انعام ہے ورنہ ہم عاجز بندے اُس کی دی ہوئی توفیق کے بغیر اِس عظیم نعمت کو کیسے حاصل کر سکتے تھے۔ ذرا سوچیئے تو ہماری کیفیت کیا ہوتی اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ ہم پر یہ خاص فضل نہ فرماتا ہم بھی غلط اوہام میں مبتلا اور غلط رسوم کے پابند ہوتے، ہم بھی بعض غلط عقائد کے قائل اور غلط نظریات کے حامل ہوتے۔ اسلام کے مغز کی بجائے اسلام کے قشر پر مطمئن، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیٔ مقام اور علوِ مرتبت سے ناواقف، اللہ تعالیٰ کے وجود کے لفظی طور پر قائل ہونے کے باوجود اُس کی قدرتوں کے منکر بلکہ یوں کہیئے کہ زندہ خدا کے ساتھ زندہ تعلق سے محروم محض دنیا کے کیڑے ہوتے۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفر و الحاد کے اِس دور میں جبکہ اسلام دنیا سے اُٹھ چکا ہے اور ایمان ناپید ہے ہمیں محض اپنے فضل سے ایمان کی عظیم الشان دولت بخشی اور معرفت کی عظیم نعمت عطا کی یوں کہ ہم میں سے ہر ایک خدا کے فضل سے اپنی ذات میں کم و بیش ہر آن زندہ خدا کے زندہ نشان

دیکھتا اور اُس کی قدرتوں کی جلوہ گری سے اپنے ایمان کو مضبوط تر کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ "اگر تم میری دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں ان نعمتوں کو اَور زیادہ بڑھاتا چلا جاؤں گا" اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی ان بے بہا نعمتوں پر دل سے اس کا شکر ادا کریں اور ان کی قدر کرتے ہوئے اُن فرائض اور ذمہ داریوں کو پہچانیں جو احمدیت کو قبول کرنے کی وجہ سے ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اِس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارفِ حقّہ اور برکاتِ کاملہ حاصل کرے جو موجبِ معرفت اور نجات اور رضامندیٔ باری تعالیٰ ہوں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ بیعت سے اصل مدّعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جس سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو۔"

(ضرورت الامام ص۲۷)

اِس زمانہ کے مامور کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہم نے سب کچھ اس کے ہاتھ بیچ دیا اِس طرح کہ ہمارا سب کچھ اسی کا ہو گیا۔ "اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر" ہم نے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے مقدس رہبر کے اشاروں پر چلیں تا ہمیں بھی معرفت حاصل ہو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ مضبوط اور صاف تعلق پیدا ہو جائے۔

اِس سلسلہ میں بیعت میں داخل ہونے والے مخلصین سے خطاب فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں :-

"خدا کی طرف قدم اُٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو

ردّی، یا اُس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔ پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں ..... خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اُس نے تمہارے ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنّم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا ..... چاہیئے کہ پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جاوے ..... اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے۔" (ازالہ اوہام ص۲۲۵، ص۲۳۷)

اِن ارشادات میں حضور علیہ السلام نے بیعت کی اصل غرض بیان فرماتے ہوئے ہم وابستگانِ اسلام اور غلامانِ احمد علیہ السلام کو نہایت موثر طریق پر اِس امر کی تلقین فرمائی ہے کہ ہم قرآن کریم کا جُوا اپنی گردن پر رکھ لیں اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں اور اس کے بغیر محال ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے۔ اور ناممکن ہے کہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جائے۔

(۲)

انسان ضعیف البنیان، عجز کا مجسمہ اور نسیان کا پُتلا ہے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارے فرائض کیا ہیں اور احمدیت قبول کر کے ہم نے کس قدر ذمہ داریاں قبول کر لی ہیں۔ بعض اوقات یہ باتیں ہمارے ذہن سے بالکل نکل جاتی ہیں اور دنیوی مشاغل و افکار کی وجہ سے بعض اوقات یہ زرّیں ہدایات اور جواہر پارے ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى، انہیں یاد دلاتا رہ کیونکہ یاد دہانی ہمیشہ فائدہ مند اور مفید رہتی ہے۔ نیک باتوں کو ذہن میں مستحضر کرنے کے لئے

بزرگانِ دین کی صحبت بہت سُود مند ہوتی ہے۔ اسی لئے ارشادِ خداوندی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ہمیشہ راستبازوں کی صحبت میں رہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور دلولۂ عشق پیدا ہو جائے۔"

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

پس صالح بزرگوں کی صحبت نہ صرف بھولی بسری باتوں کی یاد دل میں تازہ کر دیتی اور سُستی اور کسل اور ضُعف کو دُور کر دیتی ہے بلکہ دلوں میں خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور اسے حاصل کرنے کے لئے سچی تڑپ پیدا کر دیتی ہے۔

اسی غرض کے لئے دینی اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں جہاں دنیوی مشاغل سے الگ ہو کر چند دن اور چند راتیں بزرگوں کی صحبت میں گزارنے، دین کی باتیں سُننے اور خدا تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس کے حضور دعائیں کرنے کے لئے وقف کر دی جاتی ہیں۔ یکسوئی کے عالم میں شب و روز ایک روحانی ماحول میں خدا اور اُس کے رسول کی باتیں سُن کر ہم میں سے ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کا دل دُھل چکا ہے، دنیا کی ملونی جاتی رہی ہے اور انابت الی اللہ کی وجہ سے خدا کے ساتھ ایک مضبوط تعلق پیدا ہو چکا ہے۔ اِس طرح کہ اُس کی یاد ہمارا اوڑھنا اور اُسی کی یاد ہمارا بچھونا بن جاتی ہے۔

پس ہمیں دینی اجتماعات میں کثرت سے شریک ہونا چاہیئے جہاں قرآن کریم، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درسوں کے علاوہ تعلق باللہ کے مختلف ذرائع پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اور جہاں بزرگانِ سلسلہ کی زرّیں نصائح سُننے اور اُن کی صحبت میں چند لمحے گزارنے نیز نوافل، ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کے مواقع خدا تعالےٰ کے فضل سے کثرت سے میسّر آتے ہیں اور ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم یکسر بدل چکے ہیں اور ہمارے قلوب میں ایک انقلاب بپا ہو چکا ہے۔ ایک ایسے ہی دینی اجتماع کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ایک صاحب بیان فرماتے ہیں :-

"زندگی میں ایسے ایّام بہت قابلِ قدر ہوتے ہیں کہ جن میں انسان دنیوی افکار سے فارغ ہو کر کمال درجہ اشتیاق کے ساتھ روحانی نعمتوں سے لذّت اندوز ہو سکے ..... اجتماع کیا تھا ایک روحانی مائدہ تھا جس سے ہر شخص حسبِ استعداد متمتّع ہوا۔"

(ماہنامہ انصار اللہ دسمبر ۱۹۶۰ء)

صاحب موصوف نے ہمارے ایک دینی اجتماع کو مائدہ سے تشبیہہ دی ہے ۔ یہ وہی "نورانی دعوت" ہے جس کے متعلق متذکرۃ الصدر اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ :۔

"تم اِس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔" (ازالۂ اوہام)

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن روحانی دعوتوں سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق دے تا ہمارا "ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو۔" (ضرورت الامام) آمین ٭

دُعا اور نیک صحبت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہیئے (انسان کو چاہیئے کہ) سب تعصبوں کو چھوڑ کر دنیا سے الگ ہو جاوے ..... جو شخص اپنی حالت کو بدل نہیں ڈالتا اور اپنی زمین تبدیل نہیں کرتا اور الگ ہو کر نہیں سوچتا کہ کس طرح پاک زندگی پاؤں اور خدا سے دعا نہیں مانگتا وہ خطرہ کی حالت میں ہے ۔ دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دُعا کی تعلیم نہیں دی ۔ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے ۔ اِس راہ میں قدم رکھنا مشکل ہے لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ اِن مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے ۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۷)

ابتلاء کے وقت صبر اور رضا بالقضاء سے کام لینا چاہیئے

جب دیکھو کہ ہر ایک راہ بند ہے اور سیدھی بات بھی اُلٹی ہوئی جاتی ہے تو فی الفور عبودیت کا جامہ پہن لو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک گرانقدر مکتوب

زمی گرمی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ بعض اوقات خدائی حکمت کے ماتحت انسان ابتلاء میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ وہ ابتلاء دراصل ایک امتحان کے طور پر ہوتا ہے۔ اُس وقت خدا چاہتا ہے کہ اُس کا بندہ صبر اور رضا بالقضاء کا نمونہ دکھائے اور اس طرح بے اندازہ اجر و ثواب کا مستحق بنے۔ بعض لوگ ایسے مواقع پر گھبرا جاتے ہیں، صبر کا دامن اُن کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اُس کی تقدیر پر شاکی ہو بیٹھتے ہیں اور نازیبا الفاظ زبان پر لاکر اجر و ثواب کو ضائع کر دیتے ہیں اور بعض اپنی کسی نہ کسی بداعمالی کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ پر بدظن ہو کر اُلٹا مستحقِ عذاب بن جاتے ہیں۔ اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی کفِ افسوس ملنے کے سوا اُن کے نصیب میں اور کچھ نہیں ہوتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک نہایت ہی گرانقدر اور بیش قیمت مکتوب میں اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ مصیبت اور ابتلاء کے وقت میں ایک مومن کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے۔ حضور علیہ السلام نے یہ مکتوب حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ۱۹۰۶ء میں رقم فرمایا تھا۔ یہ خط بھی حضور علیہ السلام کے اُن معرکۃ الآراء اور نہایت درجہ پُر معارف مکتوبات میں سے ایک ہے جن میں حضورؑ نے دُکھ درد اور ابتلاء و امتحان کے فلسفہ کو نہایت ہی مسحور کن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم حضورؑ کے اس بیش بہا مکتوب کا چربہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا عکس

(چربہ اگلے صفحات پر ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ
رسولہ الکریم

محبی عزیزی نواب [illegible] سلمہا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کا خط مجھ کو ملا بہت
غمناک دل کے ساتھ پڑھا گیا کل مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے
ایک الہام مندرجہ ذیل الفاظ میں یا کسی قدر تغیر لفظ کے ہوا تھا
کہ "کئی آفتیں اور مصیبتیں ہم سے ٹل گئی ہیں" میں تمام دن
اس الہام کی سبب غمگین رہا کہ یہ کیا ہے۔ بعد میں آج خط پڑھنے کے
بعد معلوم ہوا کہ یہ آپ کا پیغام خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا
میں انشاء اللہ خاص توجہ سے دعا کروں گا اور میں امید رکھتا ہوں
کہ خدا تعالیٰ یہ بلا ٹال دے گا وہی احکم الحاکمین ہے

اور یہ ایک امر اسکی اختیار میں نہیں ہے آپ کیلئے یہی صورت ہے کریں

اور نیابت زمین کے کام ہیں اصل حکم خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

یہ دنیا ایک عجیب مقام ہے کہ ایک دن ایک شخص ایک کی

[illegible] کی اور دوسرے دن وہ ظالم حیثیت میں گرفتار ہو کر

رونا شروع کر دیتا ہے آپ بار بار یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ

جاگیریں واپس دستبردار ہوتی ہیں بلکہ سب کچھ قبول کریں

کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء ہیں قادیان میں ان کی

باری ہے ہوئی ہے عذر انکا ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ عذر کر دیں کہ

باہر کوئٹہ میں میری حالت صحت اچھی نہیں رہتی کیونکہ صحت جیسا کہ

صحت جسمانی ہے روحانی بھی ہے اور روحانی صحت کے خیال سے

[illegible] کی کہ کوئٹہ کی سکونت مفید نہیں ہے

لیکن اگر یہ بھی تنگ کریگا تو سکونت کو ترک کر دیگا

[illegible]

گھبرائیں نہیں کہ ابتلا جب تک قائم نہ ہو محبت کی نمائش [illegible]

نہ ہو یہ تو تمام ظاہری باتیں ہیں مگر میں امید رکھتا ہوں

کہ میری دعا سے ضرور خدا تعالیٰ کوئی راہ آپ کے لئے

نکالے گا بالفعل آپ کو قضا و قدر الٰہی کے آگے سر

تسلیم خم کرنا چاہئے اور یہ نہ سمجھیں کہ انسان کی طرف سے

یہ ایک ابتلا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ ایک

ابتلا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع

ونقص من الاموال والانفس۔ اور میں آپ کو محض تسلی نہیں دیتا

بلکہ میں آج ہی بہت توجہ سے آپ کے لئے دعا کروں گا

اور امید رکھتا ہوں کہ آخر دعا کے بعد کوئی راہ آپ کے لئے

نکل آئیگی بالفعل نرمی اور صبر اور رضا بقضا کو کام میں لانا چاہئے۔

[illegible]

کہ خدا تعالیٰ نہیں فرماتا ہے فبشر الصابرین الذین اذا

اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

اور یہ بات ضروری ہے کہ آپ دوسرے [illegible] کی [illegible]

کی پیروی نہ کریں کیونکہ ان کی زندگی غافلانہ ہے اور وہ نہیں

جانتے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کبھی اٹھایا گیا ہے

جب انکیں کہ ہر ایک راہ ظاہر ہے اور سیدھی بات ان کی سمجھ میں

جاتی ہے تب لازم ہے کہ فی الفور [illegible] کر دیتے جاتے ہیں

اور سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ کی آزمائش [illegible]

طریقوں کی عزت کو سلسلہ نہ کرا دیں تو انہیں بھی مخالفت

نہیں دیکھتے کہ [illegible] دی جائیں اور [illegible] کیا جائے

دنیا کی ہستی حباب کی طرح ہے معلوم نہیں کہ کل کون

زندہ ہوگا اور کون قبر میں جائیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

حضورؑ کے مکتوب گرامی کی عبارت

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط مجھ کو ملا جو بہت غمناک دل کے ساتھ پڑھا گیا۔ کل مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام مندرجہ ذیل الفاظ میں یا کسی قدر تغیر لفظ سے ہوا تھا کہ کئی آفتیں اور مصیبتیں ہم پر نازل ہو گئی ہیں۔ میں تمام دن اس الہام کے بعد غمگین رہا کہ یہ کیا بھید ہے۔ آج خط پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ آپ کا پیغام خدا تعالیٰ نے پہنچایا تھا۔ میں اِن میں خاص توجہ سے دعا کروں گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ یہ بلا ٹال دے گا۔ وہی احکم الحاکمین ہے اور ہر ایک امر اس کے اختیار میں ہے۔ آپ اِس میں بے صبری نہ کریں اور نہایت نرمی سے کام لیں۔ اصل حکم خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دنیا ایک عجیب مقام ہے کہ ایک دن ایک شخص ایک کے ہاتھ سے روتا ہے اور دوسرے دن وہی ظالم مصیبت میں گرفتار ہو کر رونا شروع کر دیتا ہے۔ پس آپ بار بار یہ عذر پیش نہ کریں کہ جاگیر سے دست بردار ہوتے ہیں بلکہ سب کچھ قبول کر لیں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء ہے۔ ہاں قادیان میں رہنے کے بارے میں نرمی سے عذر کرنا چاہیئے اور ہو سکتا ہے کہ آپ عذر کر دیں کہ مالیر کوٹلہ میں میری حالتِ صحت اچھی نہیں رہتی کیونکہ صحت جیسا کہ صحتِ جسمانی ہے روحانی بھی ہے اور روحانی صحت کے خیال سے کسی طرح آپ کے لئے کوٹلہ کی سکونت مفید نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اگر تنگ کریں تو سکونت کو اِس شرط سے قبول کریں کہ اُس وقت تک رہوں گا جب تک اِس جگہ کا قیام میری صحت کے مخالف نہ ہو۔ یہ تو تمام ظاہری باتیں ہیں۔ مگر میں امید رکھتا ہوں کہ میری دعا پر ضرور خدا تعالیٰ کوئی راہ آپ کے لئے نکال دے گا۔ بالفعل آپ کو قضا و قدر الٰہی پر سرِ تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ انسان کی طرف سے یہ ایک ابتلاء ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک ابتلاء ہے جیسا کہ فرماتا ہے ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس۔ اور میں آپ کو جھوٹی تسلی نہیں دیتا بلکہ میں آج ہی بہت توجہ سے آپ کے لئے دعا کروں گا اور امید رکھتا ہوں کہ آخر دعاؤں کے بعد کوئی راہ آپ کے لئے نکل آئے گی۔ بالفعل نرمی اور صبر اور رضا بقضاء سے کام لینا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ ابھی

فرماتا ہے فبشّر الصّابرین الّذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انّا للہ و انّا الیہ راجعون - اور یہ بات ضروری ہے کہ آپ دوسرے بھائیوں کے جوشوں کی پیروی نہ کریں - کیونکہ اُن کی زندگی غافلانہ ہے اور وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی ابتلا آیا کرتے ہیں - جب دیکھیں کہ ہر ایک راہ بند ہے اور سیدھی بات بھی اُلٹی ہوتی جاتی ہے تب لازم ہے کہ فی الفور عبودیت کا جامہ پہن لیں اور سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ کی آزمائش ہے - عزّت خدا کے ہاتھ میں ہے - مَیں دنیا داری طریقوں کی عزّت کو پسند نہیں کرتا - مَیں تو اِس میں بھی مضائقہ نہیں دیکھتا کہ نذریں دی جائیں اور رعایا کہلایا جائے - دنیا کی ہستی حباب کی طرح ہے معلوم نہیں کہ کل کون زندہ ہوگا اور کون قبر میں جائے گا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب واقعہ حدیبیہ کے وقت کفارِ مکّہ سے صلح کرنے گئے تو صلح نامہ کے سر پر لکھا ھٰذا من محمّد رسول اللہ - کفارِ مکّہ نے کہا کہ رسول اللہ کا لفظ کاٹ دو - اگر ہم آپ کو رسول جانتے تو اتنے جھگڑے کیوں ہوتے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ اچھا "رسول اللہ" کا لفظ کاٹ دو - حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ مَیں تو ہرگز نہیں کاٹوں گا - تب آپ نے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا - پھر وہی لوگ تھے جو فتح مکّہ کے بعد ایمان لائے - ہر ایک بات وقت پر موقوف ہے "

اللہ اللہ! کس قدر پُر معارف اور ایمان و یقین کو بڑھانے والا اور رُوحانی بلندیوں میں پہنچا کر لازوال کیف و سرور سے ہمکنار کرنے والا مکتوب ہے - اِس کی سطر سطر میں نکاتِ معرفت بھرے ہوتے ہیں - ہر فقرہ اپنی جگہ ایک مستقل اور اچھوتے مضمون پر مشتمل ہے - کس قدر بصیرت افروز پیرائے میں یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ ابتلاء کے وقت میں انسان کو صبر اور رضا بالقضاء کا نمونہ دکھانا چاہیئے اور فوراً دعاؤں میں لگ جانا چاہیئے اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ خدا احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے وہ ضرور بالضرور دعاؤں کے نتیجے میں ابتلاء سے نجات کی کوئی راہ نکال دے گا - اور پھر کس اعتماد کے ساتھ بار بار یقین دلایا ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور میری دعائیں سُنے گا اور اِس بلا کو اپنے فضل سے ٹال دے گا - یہ ایک ابدی اور لازوال صداقت ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات، اُس کی صفات اور اُس کے اپنے بندوں کی عاجزانہ و متضرعانہ دعائیں سُننے اور قبول کرنے پر ایسا محکم ایمان اور پختہ یقین ہی انسان کو ہر طور کامیابی سے ہمکنار کرنے کا ضامن ہوا کرتا ہے -

پھر اِس خط سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بھی کتنا بلند تھا کہ خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ آپ کا پیغام حضور علیہ السلام کو پہنچایا اور پھر آپ کی

حاجت براری کے لئے وہ سوز و گداز اور وہ درد عطا فرمایا کہ حضورؑ آپ کے لئے ہمہ تن دعا بن گئے جیسا کہ فرمایا:۔

"میں آپ کو جھوٹی تسلّی نہیں دیتا بلکہ میں آج ہی بہت توجہ سے آپ کے لئے دعا کروں گا اور امید رکھتا ہوں کہ آخر دعاؤں کے بعد کوئی راہ آپ کے لئے نکل آئے گی۔"

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس پُر معارف مکتوب کے ایک ایک فقرہ میں بیان فرمودہ مضمون پر غور کرنے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم خدا تعالےٰ کے انعاموں کے وارث بن سکیں اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی۔ آمین ✦

استقامت کا درجۂ کمال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلّی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلّی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اُس وقت نامردی نہ دکھاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں، صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں، ذلّت پر خوش ہو جائیں، موت پر راضی ہو جائیں، اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے، نہ اُس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے، اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلّی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں، اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بیقراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے ——— یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک بُو آ رہی ہے۔"

(اسلامی اُصول کی فلاسفی)

صحّت کو برقرار رکھنے کے بعض طبّی اصول

(مکرم ڈاکٹر عبد السّلام صاحب ایم۔بی بی۔ایس ڈی۔ایم۔آر۔ای۔حیدر آباد)

انسان کو اس دنیا میں بعض دنیوی فرائض ادا کرنا ہوتے ہیں اور بعض دینی۔ اسلام نے ہمارے سامنے جو ضابطۂ حیات پیش کیا ہے اُس میں دنیوی فرائض کو بھی دینی فرائض کے ایک جزو کی حیثیت حاصل ہے اِس لحاظ سے انہیں بھی ایک خاص قسم کا تقدس حاصل ہو جاتا ہے۔ بہر حال فرائض دنیوی ہوں یا دینی دونوں کی کماحقہٗ بجا آوری کے لئے صحت اور تندرستی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایک کمزور صحت کے آدمی کے لئے پورے طور پر نہ دنیوی فرائض کی بجا آوری ممکن ہوتی ہے اور نہ ہی وہ دینی فرائض کو اِس طور پر ادا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے خدا کے حضور سرخرو ٹھہر سکے۔ اس لئے صحت کا خیال رکھنا اور اسے ایک خاص معیار پر برقرار رکھنا از بس ضروری ہے۔ اِس ضمن میں اِس بات کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ انسان کا دماغ بھی تندرست ہو اور جسم بھی پورے طور پر صحت مند ہو۔ دماغ کا تندرست ہونا اِس لئے ضروری ہے کہ انسان خدائی نظام کو سمجھ سکے اور پھر دوسروں کو سمجھانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو سکے۔ اِسی طرح جسم کا تندرست ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جہاں انسان پورے تعہّد کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکے وہاں عملاً دینی خدمات بجا لانے میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔ اِس میں کیا شک ہے کہ وہ تندرست دل و دماغ اور تندرست جسم والے ہی لوگ تھے جنہوں نے ایک طرف اپنی راتیں عبادتِ الٰہی میں بسر کیں اور دوسری طرف تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کر کے اور سیرۃ و کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے لوگوں کے قلوب پر فتح پائی۔ اور پھر جب دین کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے اِس سے بھی دریغ نہ کیا اور ہر خطّۂ زمین میں اسلام کے جھنڈے کو سربلند کر دکھایا۔ الغرض ایک خدائی جماعت کے افراد کے لئے جسے خدا تعالیٰ ایک خاص مشن کو پورا کرنے کی غرض سے قائم فرماتا ہے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اپنی صحت کو ایک خاص معیار پر برقرار رکھنے کی کوشش کریں تاکہ وہ دنیا کو راہِ راست پر لانے کے مقدس مشن کو صحیح معنوں میں پورا کرنے والے بن سکیں۔ ذیل میں میں افادۂ احباب کی غرض سے صحت کے بعض بنیادی اصول بیان کرتا ہوں۔

میرے نزدیک صحت کو برقرار رکھنے کے ضمن میں صاف ہوا کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بغیر

کھائے پیئے تو انسان کچھ عرصہ زندہ رہ سکتا ہے لیکن ہوا کے بغیر چند منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے صاف ہوا میں رہنا اور پھر اپنے رہن سہن میں اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ ہوا صاف رہے بہت ضروری ہے۔ ہوا چونکہ غیر مرئی چیز ہے اس لئے انسان اُس کے گندہ ہونے کو اپنی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا البتہ بدبو وغیرہ سے انسان ہوا کے گندہ ہونے کو محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن بیماریوں کے بعض جراثیم ہوا میں پھیل کر اسے انسانی زندگی کے لئے مہلک بنا دیتے ہیں اور انسان کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ لحظہ بلحظہ ہلاکت کی طرف بہا جا رہا ہے۔ ماحول کو گندہ رکھنے کی وجہ سے ہوا بھی گندی ہو جاتی ہے اس لئے ماحول کو صاف رکھنا از حد ضروری ہے۔

مکان ہوا دار ہونے چاہئیں یعنی کمرے وغیرہ میں کھڑکیوں اور روشندانوں کا خاطر خواہ انتظام ضروری ہے تاکہ رہائشی کمروں میں ہوا کا مسلسل گزر ہوتا رہے۔ اسی طرح چھوٹے سے کمرے میں زیادہ آدمیوں کو نہیں سونا چاہیئے اس سے بھی کمرے کی ہوا خراب ہو جاتی ہے اور لوگوں کے بیمار ہونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ یہ احتیاطیں بظاہر معمولی نظر آتی ہیں لیکن صحت کے نقطۂ نگاہ سے بہت ضروری ہیں اس لئے کہ بسا اوقات خراب ہوا انسان پر یکدم اثر نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ اپنا اثر ڈالتی رہتی ہے اور یالآخر انسان کی صحت برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی Slow poisoning (بتدریج سمیت کا اثر انداز ہونا) ہوتی ہے جس کا سدِّ باب کئے بغیر صحت برقرار رہ ہی نہیں سکتی۔

ہوا کے بعد دوسری چیز جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے وہ پانی ہے۔ انسان کے جسم میں پانی اور خشک اجزاء کا تناسب دس اور چھ ہے یعنی دس حصّے پانی ہے اور چھ حصّے خشک اجزاء۔ جسم میں سے روزانہ قریباً تین سیر پانی باہر خارج ہوتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں پانی پینا پڑتا ہے۔ ہوا کی طرح پانی کا صاف ہونا بھی از حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہماری صحت برقرار نہیں رہ سکتی۔ پانی دیکھنے میں اس درجہ مقطر ہو کہ شیشہ کی طرح صاف ہو۔ اسی طرح اُس میں کسی قسم کی بدبو نہ ہو اور نہ ہی ذائقہ کے لحاظ سے خراب ہو۔ پھر کسی قسم کے جراثیم بھی اس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ بہت سی بیماریاں مثلاً قے، پیچش، اسہال اور ٹائیفائڈ وغیرہ پانی کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہیں۔ تندرست آدمی بسا اوقات ایسا پانی پی لیتا ہے جو بظاہر تو صاف شفاف ہوتا ہے لیکن اُس میں بیماریوں کے جراثیم ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان بیماریوں میں سے کسی ایک بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور صحت گنوا بیٹھتا ہے۔ اس کے سدِّ باب کے لئے شہروں میں سپلائی ہونے والے پانی میں کلورین ملا دی جاتی ہے۔ اسی طرح جب بیماری کا زور ہو یا کوئی وبا پھیلی ہوئی ہو تو کنوؤں میں بلیچنگ پوڈر یا پوٹاسیم پرمیگنیٹ ملا دینی چاہیئے۔ اس سے بڑی حد تک بیماری سے بچاؤ

ہو سکتا ہے ۔

تیسری چیز جس پر انسان کی صحت کا دارومدار ہے وہ مناسب اور متوازن غذا ہے ۔ ڈاکٹری اصول کے مطابق تندرست و توانا رہنے کے لئے ہر انسان کو روزانہ آدھ سیر آٹا یا چاول وغیرہ آدھ پاؤ گوشت ، مناسب مقدار میں گھی یا تیل ، آدھ سیر دودھ ، دو انڈے اور کچھ فروٹ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ ایک پسماندہ ملک میں ہر انسان کو اتنی غذا کا میسر آنا ممکن نہیں ہوتا ۔ وہ اپنی آمدنی کے مطابق ہی غذا استعمال کر سکتا ہے ۔ لیکن ہمارے ملک میں جو بلاشبہ ایک پسماندہ ملک ہے ۔ بعض اثرات کے ماتحت سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ لوگ غذا کو اتنی اہمیت نہیں دیتے جتنی اپنے محدود ذرائع کے باوجود وہ دے سکتے ہیں ۔ بالعموم دیکھنے میں آیا ہے کہ کم تنخواہیں پانے والے مزدور اور کلرک وغیرہ فیشن پرستی کی رَو میں بہنے کے باعث اعلیٰ لباس ، گھڑی ، فاؤنٹین پین ، ریڈیو ، سگریٹ نوشی اور سینما بینی کو ضروری خیال کرتے ہیں ۔ ان چیزوں کے حصول کیلئے انہیں لازماً اپنی محدود آمدنی میں سے ایک بڑا حصہ پس انداز کرنا پڑتا ہے ۔ اس کا سب سے زیادہ اثر غذا پر پڑتا ہے ۔ وہ رُوکھی سُوکھی دال روٹی کھا لیتے ہیں لیکن یہ گوارا نہیں کرتے کہ ان کے پاس گھڑی اور فاؤنٹین پین نہ ہو ، ریڈیو سے وہ محروم ہوں اور سینما وغیرہ نہ جا سکیں ۔ یہ چیزیں تو تنگی ترشی سے انہیں مل جاتی ہیں لیکن مناسب غذا نہ ہونے کی وجہ سے صحتیں برباد ہو جاتی ہیں اور وہ مختلف امراض کا شکار ہو کر اس قابل نہیں رہتے کہ اپنی زندگی کو مفید طور پر گزار سکیں ۔ یہ صحیح ہے کہ ہر شخص دودھ ، انڈے مکھن اور فروٹ وغیرہ مناسب مقدار میں حاصل نہیں کر سکتا لیکن اگر وہ اِن فضولیات میں پیسہ ضائع کرنے کی بجائے غذا کو مقدم رکھے اور جس حد تک ممکن ہو اپنی آمد کا زیادہ سے زیادہ حصہ غذا پر خرچ کرے تو ملک میں صحت کا معیار بلند ہونے میں بہت مدد مل سکتی ہے ۔ پس مناسب غذا استعمال کرنے کے سلسلہ میں یہ بہت ضروری ہے کہ ہر شخص لایعنی باتوں پر پیسہ خرچ کرنے کی بجائے غذا کو مقدم رکھے اور جس حد تک بھی ممکن ہو مناسب غذا استعمال میں لائے اور اگر اس کی خاطر اسے ہر قسم کی شوقینیوں سے دستکش ہونا پڑے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہ سمجھے ۔

ہوا ، پانی اور غذا کی بنیادی ضرورتوں کے بعد اب میں بعض ایسی احتیاطوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے صحت کو برقرار رکھنے میں بہت مدد مل سکتی ہے ۔ ان احتیاطوں میں سے سب سے زیادہ اہم اور ضروری چیز ورزش ہے ۔ ورزش کرنے سے انسان میں چُستی پیدا ہوتی ہے اور اعضاء صحیح طور پر کام کرتے ہیں ۔ کام پیشہ لوگ جنہیں روزی کمانے کے لئے جسمانی مشقت اٹھانی پڑتی ہے ورزش کے اتنے

زیادہ محتاج نہیں ہوتے۔ پُرمشقت کام کرنے کی وجہ سے اُن کے اعضاء حرکت میں رہتے ہیں اور اگر مناسب غذا ملتی رہے تو دن بدن مضبوط ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دماغی کام کرنے والوں کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ ان کے لئے ورزش ازحد ضروری ہے۔ اس کے بغیر اُن کے اعضاء مضبوط نہیں ہوسکتے اور جسم میں توانائی نہیں آسکتی۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ کھیل کود میں حصّہ لے کر اپنے جسم کو چُست رکھنے کی کوشش کریں۔ بڑی عمر کے لوگ بالخصوص انصار جو پُرمشقت کھیلوں میں حصہ نہیں لے سکتے انہیں چاہیئے کہ وہ صبح شام سَیر اور دُور دُور تک چہل قدمی کو اپنا معمول بنائیں اور اگر جسم بھاری نہ ہو تو کچھ دُور تک دَوڑ بھی لیا کریں۔

جس طرح ورزش ضروری ہے اُسی طرح مناسب آرام بھی بہت ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ نے نیند اسی لئے بنائی ہے کہ انسان جو ضعیف البنیان ہے دن بھر کی مشقت کے بعد آرام کر سکے اور اس کے مضمحل اعضاء سکون حاصل کرنے کے بعد پُوری سرگرمی کے ساتھ دوبارہ مصروفِ عمل ہونے کے قابل بن سکیں۔ جہاں ضرورت سے زیادہ سونا انسان کو کاہل بنا دیتا ہے وہاں اتنی نیند جس سے دماغ اور دیگر اعضاء کو سکون میسّر آسکے ازحد ضروری ہے۔ عبادتِ الٰہی کی غرض سے شب بیداری کی عادت بہت مستحسن ہے لیکن اوّل شب جلدی سو کر نیند پوری کرنے کے بعد۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات جاگ کر عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ ضروری قرار دیا ہے کہ انسان اوّل شب جلدی سوئے اور پھر آخر شب بیدار ہو کر نمازِ تہجّد ادا کرے۔ بہرحال صحت کو برقرار رکھنے کے لئے مناسب آرام اور پوری نیند لینا ازحد ضروری ہے۔

پھر صحت کو برقرار رکھنے کے لئے دانتوں کو صاف رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ بالعموم لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ پیٹ کی اکثر بیماریاں دانتوں کی خرابی کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ کھانا کھاتے وقت غذا کے باریک ذرّات دانتوں کی جڑوں کے ساتھ لگ جاتے ہیں۔ اگر دانت صاف نہ کئے جائیں تو مُنہ بند رہنے سے ان ذرّات میں تعفّن پیدا ہو جاتا ہے اور دانتوں میں پیپ وغیرہ پڑ جاتی ہے جو مُنہ کے لعاب کے ساتھ مل کر معدے میں جاتی رہتی ہے۔ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے اور انتڑیوں میں بھی خرابی واقع ہو جانے سے مختلف قسم کے عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کا حکم دیا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

ایک بہت ضروری احتیاط جس کے بغیر صحت برقرار نہیں رہ سکتی نشہ آور چیزوں سے اجتناب ہے۔ ان سے انسان کے اخلاق پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے اور عمر بھی کم ہوتی ہے۔ ان چیزوں کا استعمال از خود زہر کھانے کے مترادف ہے۔ ان کے استعمال سے رُوح بھی مرتی ہے اور جسم بھی۔ شراب تو اسلام میں حرام ہے ہی۔ اس کی مضرت واضح ہے لیکن ایک اَور نشہ جو وبا کی طرح ہمارے ملک میں پھیلتا جا رہا ہے اور جس کی وجہ سے صحتیں برباد

ہو رہی ہیں وہ تمباکو نوشی ہے۔ اس کی وجہ سے سانس کی بیماریاں تو پیدا ہوتی ہی ہیں لیکن جدید تحقیق کے نتیجہ میں یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ کینسر جیسے مہلک مرض کا اصل سبب تمباکو نوشی ہی ہے۔ کینسر وہ مرض ہے جس کا خاطر خواہ علاج ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ اس لحاظ سے تمباکو نوشی (اس میں حقّہ اور سگریٹ وغیرہ سب شامل ہیں) دراصل موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہ رُوح اور جسم دونوں کے لئے انتہائی مضر ہے۔ صحت کو برقرار رکھنے کے لئے اس سے اجتناب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ صاف ہوا، صاف پانی اور متوازن غذا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحت کے اِن طبّی اصولوں پر عمل پیرا ہونے اور اس طرح اپنی صحتوں کو بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے تاہم اپنے دینی اور دنیوی فرائض کو کماحقّہٗ بجا لا کر اُن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں جو ایک خدائی جماعت کے افراد ہونے کی حیثیت میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ آمین +

خدا سے انعام پانیکا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"کیا ہم کسی سے اس طرح پر کوئی انعام حاصل کر سکتے ہیں کہ ہم نے تیرا کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ مخلصانہ خدمت سے انعام حاصل ہوتے ہیں۔ اور وہ خدمت خدا کی راہ میں یہ ہے کہ انسان صرف اُسی کا ہو جائے اور اُس کی محبت سے تمام محبتوں کو توڑ دے اور اُس کی رضا کیلئے اپنی رضا چھوڑ دے۔ اس جگہ قرآن شریف نے خوب مثال دی ہے اور وہ یہ کہ کوئی مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جبتک وہ دو شربت نہ پی لے، پہلا شربت گناہ کی محبت ٹھنڈی ہونیکا جس کا نام قرآن شریف نے شربتِ کافوری رکھا ہے، اور دوسرا شربت خدا کی محبت دل میں بھرنے کا جس کا نام قرآن شریف نے شربتِ زنجبیلی رکھا ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ)

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج!

ایک عیسائی پادری کی طرف سے صداقتِ اسلام کا اعتراف

گذشتہ دو شماروں میں ہم نے وُول وِچ کے بشپ ڈاکٹر جان رابنسن اور برمنگھم کے ایک سابق بشپ ارنسٹ ولیم بارنز کی کتب کے بعض اقتباسات پیش کر کے ثابت کیا تھا کہ مغرب میں اب عیسائیت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ وہاں کے آزاد خیال محقق تو کجا خود نامور عیسائی پادری یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ خلائی پرواز کے موجودہ دور میں جبکہ انسانیت دورِ طفولیت میں سے گذر کر سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے کوئی بھی باشعور اور سمجھدار انسان مروجہ عیسائی عقاید کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ عقاید بعض ایسی مذہبی اصطلاحات پر مبنی ہیں جو آج سے دو ہزار سال قبل ایک سراسر غیر سائنسی دور میں وضع کی گئی تھیں۔ موجودہ سائنسی دور میں اپنے لغوی معانی کی رُو سے اِن اصطلاحات کا یکسر باطل ہونا اظہر من الشمس ہو چکا ہے یہی وجہ ہے کہ اب عیسائیت بے اثر ہو جانے کے باعث تسخیرِ قلوب کی اہلیت کھو چکی ہے۔

عیسائیت سے بیزاری کے اِس جدید رجحان کے ساتھ ساتھ وہاں ایک اور رجحان بھی پروان چڑھ رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے بالمقابل اسلام میں لوگوں کی دلچسپی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے حتیٰ کہ خود عیسائی پادری، جو صدیوں سے اسلام کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آرہے تھے اب اس کی صداقت کے اعتراف کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں چنانچہ حال ہی میں انگلستان میں اسلام پر ایک عیسائی پادری کی کتاب شائع ہوئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دینِ حنیف کی صداقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا گیا ہے۔ مغرب میں رونما ہونیوالے عظیم الشان انقلاب کے اِس مؤخر الذکر پہلو کو اُجاگر کرنا فی الوقت ہمارے مدِنظر ہے۔

سطورِ بالا میں ہم نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے وہ ایپسکوپل چرچ سوڈان کے ایک برطانوی پادری مسٹر ڈیوڈ براؤن بی۔اے بی۔ڈی۔ ایم۔ٹی ایچ کی لکھی ہوئی ہے اور اس کا نام ہے "نبیٔ اسلام کا بتایا ہوا راستہ" (The way of the Prophet)۔ اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضورؐ کے عظیم الشان کارناموں پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"گذشتہ تیرہ صدیوں میں اسلام کی روز افزوں باطنی قوت اس امر پر گواہ ہے کہ محمدؐ کی شخصیت تاریخ کی عظیم شخصیتوں میں سے ایک ہے یقیناً کوئی شخص بھی ایک ایسے انسان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنے مکہ کی گلیوں میں ایک عام واعظ کی حیثیت سے اپنے مشن کا آغاز کرنے کے بعد شدید مخالفتوں، ایذا رسانیوں

اور رہا یو بیوں پر فتح پائی اور پھر وقت آنے پر بڑی دلیری کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور پھر وہاں بیٹھ کر دس سال کے قلیل عرصہ میں عرب کے ایک بڑے حصہ کو متحد کر دکھایا اور اپنی مسلم جمعیت کو ایسی مستحکم بنیادوں پر استوار کیا کہ اُس کی وفات کے بعد دس سال کے اندر اندر اُس کے پیرو شام ایران اور مصر کی عظیم مملکتوں کے مالک بن گئے۔ یہ اسکندر اور نپولین کی طرح محض ایک عسکری فتح نہ تھی بلکہ یہ کارنامہ تھا اُس نبی کا جو خدا کا نام لے کر کلام کرتا تھا اور اُسی کا نام لے کر اپنا ہر قدم اٹھاتا تھا اور جس نے مکہ کے مغرور اور خود کفیل تاجروں اور صحرائے عرب کے مشرک بدوؤں کو یکساں طور پر عجز و انکسار، خشیتِ الٰہی، نیکی و پارسائی، تقویٰ و طہارت، صوم و صلوٰۃ، اور صدقہ و خیرات کے اوصافِ حمیدہ سے متصف کر دکھایا تھا۔ جب ہم ان امور پر غور کرتے ہیں تو بے اختیار ہمیں یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہماری ہمدردیاں محمدؐ کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں اور عیسائیت پر محمدؐ کے حملوں سے قطع نظر ہمیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہماری بعض قدرتی خواہشیں اور تمنائیں عملاً محمدؐ کے وجود میں پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہیں۔ ہم میں سے بہت تھوڑے ہوں گے جن کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا نہ ہوئی ہو کہ ہم بھی اپنے معاشرہ کی اِسی طرح کامیابی سے اصلاح کر سکیں جس طرح محمدؐ نے شدید مخالفت کے باوجود کامیابی سے اپنے معاشرہ کی اصلاح کی اور کی بھی خدا کے نام پر۔ اِسی لئے مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام دینِ فطرت ہے یعنی ایک ایسا مذہب ہے جس کے حق ہونے پر انسانی فطرت گواہی دیتی ہے۔

اگر صلیب کا واقعہ نہ ہوا ہوتا تو ہمیں مذہب کی ابدی صداقت کے ایک عربی ایڈیشن کے طور پر اسلام کو تسلیم کر لینے میں کوئی پریشانی لاحق نہ ہوتی لیکن ہمارے اعتقاد کے بموجب کیلوری کی صلیب پر جو ماجرا گذرا اُس کی وجہ سے ہمارا پریشان ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ ہم مسیح کے مانند نہیں ہیں بلکہ اُس کی الوہیت پر ایمان رکھتے ہیں جب ہم مسیح کے نقشِ قدم پر چلنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ محمدؐ کا راستہ مسیح کے راستہ سے مختلف ہے اور یہ احساس ہمیں پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے؟

(دی وے آف دی پرافٹ صفحہ ۶۸، ۶۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں مغرب کے ایک عیسائی پادری کا یہ خراجِ عقیدت اور صداقتِ اسلام کا یہ اعتراف اِس امر پر گواہ ہے کہ آج مغرب میں ایک دوطرفہ انقلاب رونما ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو لوگ عیسائیت سے بدظن ہو ہو کر اُس سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسری طرف عیسائیت کی بجائے اسلام میں ان کی دلچسپی دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے حتیٰ کہ وہ عیسائی پادری بھی جنہوں نے گذشتہ کئی صدیوں میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر آلود کتابیں لکھ لکھ کر آپ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی اب اپنے سابقہ ناروا تعصب اور ظلم و زیادتی کا اعتراف کرتے ہوئے حق بات کہنے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں۔ کجا وہ زمانہ کہ عیسائی پادری اسلام کو ظلم و تشدد کا مذہب

ثابت کرنے کے لئے اس کی اشاعت کو تلوار کا مرہون قرار دیا کرتے تھے اور ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت دلآزار تصویریں چھاپ چھاپ کر نعوذ باللہ آپ کو تہذیب و انسانیت کا دشمن ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے اور کجا یہ زمانہ کہ خود یورپ کے پادری اپنی کتابوں میں لکھ رہے ہیں کہ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کو جو فتوحات حاصل ہوئیں وہ اسکندر اور نپولین کی طرح فوجی نوعیّت کی فتوحات نہ تھیں بلکہ ایک رسولِ برحق کے اُس عظیم کارنامہ کا براہ راست نتیجہ تھیں جس کے تحت اُس نے عرب کے جاہل و سرکش اور توہم پرست بادیہ نشینوں کو عجز و انکسار، خشیتِ الٰہی، نیکی و پارسائی، تقویٰ و طہارت، صوم و صلوٰۃ، اور صدقہ و خیرات کے اوصافِ حمیدہ سے متصف کر دیا تھا۔ پھر یہی نہیں وہ اِس تمنّا کا بھی اظہار کر رہے ہیں کہ کاش اُن کے اپنے معاشرہ کی بھی اسی طرح کامیابی کے ساتھ اصلاح ہو سکے جس طرح کامیابی و کامرانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے انتہائی بگڑے ہوئے فساد زدہ معاشرہ کی اصلاح کر کے دکھا دی تھی۔ پھر وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں اور برملا کہہ رہے ہیں کہ ہماری فطری آرزوئیں اور تمنائیں عملاً جس وجود میں تکمیل پذیر ہوتی دکھائی دیتی ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود ہے گویا ان کے نزدیک انجیلی یسوع کی مصنوعی الوہیت بھی اِس معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ کتنا عظیم الشان انقلاب ہے جو آج مغربی اقوام کے ذہنوں میں جنم لے رہا ہے اور اِس امر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ وہاں بالآخر اسلام غالب آ کر رہے گا۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آج مغرب میں یہ محیر العقول تبدیلی جس کا آج سے ساٹھ ستّر سال پہلے تصوّر بھی محال تھا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کی برکت اور آپ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ظہور میں آ رہی ہے کیونکہ آپ نے اُن مخالف حالات میں ہی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اِس تبدیلی کے رونما ہونے اور بالآخر وہاں اسلام کے غالب آنے کی بشارت دیدی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا:۔

> "اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اِس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا، اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"
> (اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

نیز آپ نے آنے والے اِس انقلاب کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی ایک نظم میں فرمایا:۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے ⁂ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج ✦ نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع ✦ پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھِلا ✦ آئی ہے بادِ صبا گلزار میں مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ✦ گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اُس کا انتظار

آج سے ستر سال قبل آپ کی دی ہوئی اِن بشارتوں کے عین مطابق اہلِ یورپ کے مزاج میں یکا یک تبدیلی کا رونما ہونا اور اِس حال میں ہونا جبکہ آپ کی قائم کردہ جماعت کے سرفروش مجاہدینِ اسلام دنیا کے کونے کونے میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دینے اور اسلام کے خلاف معاندینِ اسلام کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے میں مصروف ہیں، آپ کی صداقت کی ایک ایسی بیّن دلیل ہے کہ جو آپ کے من جانب اللہ ہونے کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہی ہے۔ آپ نے دنیا میں عیسائیت کی شکست اور اسلام کی فتح کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر جو بشارتیں دی تھیں آج ان کا حرف حرف پورا ہو رہا ہے اور ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ دنیا میں ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوگا اور یہ دنیا صلح و آشتی اور امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے گی کیونکہ ہمارا خدا صادق خدا ہے اور اس کی اَزلی ابدی صفات میں سے ایک صفت لایخلف المیعاد بھی ہے ✦

مغفرت مانگنے کی اہمیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"فاسق اور بدکار وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے مغفرت نہیں مانگتا کیونکہ جبکہ ہر ایک کو سچّی پاکیزگی اسی کی طرف سے ملتی ہے اور وہی نفسانی جذبات کے طوفان سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے راستباز بندوں کا ہر یک طرفۃ العین میں یہی کام ہونا چاہیئے کہ وہ اُس حافظ اور عاصمِ حقیقی سے مغفرت مانگا کریں۔"

(نور القرآن)

بچوں کا صفحہ

ننّھے بہادر اسلام

محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی۔ لاہور

ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائی حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔ جب پانچ برس کے ہوئے تو گاؤں کے دوسرے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں جانے لگے۔ صبح کو جاتے اور شام کو بکریاں لے کر واپس چلے آتے۔ روز اسی طرح ہوتا۔

ایک دن حسبِ معمول گاؤں کے بچے جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے۔ یکا یک ڈاکو آن پڑے۔ انکی خوفناک شکلیں اور چمکدار تلواریں دیکھ کر سارے بچے بدحواسی کے ساتھ گاؤں کی طرف بھاگے۔ صرف ایک بچہ ایسا تھا جو ذرا نہ ڈرا، نہ بھاگا اور چُپ چاپ اپنی جگہ کھڑا رہا ـــــ محمدؐ اسی بچے کا نام تھا۔

لٹیرے اور ڈاکو ایک چھوٹے بچے کی موجودگی کا کیا خیال کرتے؟ انہوں نے بکریاں اکٹھی کیں اور چلنے لگے۔

معاً ننھا بچہ آگے بڑھا اور ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "یہ بکریاں گاؤں والوں نے ہمارے ساتھ جنگل میں بھیجی تھیں۔ اگر تم لوگ اِن کو لے جانا چاہتے ہو تو پہلے چل کر گاؤں والوں سے پوچھ لو۔ پھر لے جانا"

ڈاکوؤں کو ننھے بچے کی اِن بھولی باتوں پر بے اختیار ہنسی آ گئی۔ انہوں نے بچے کو کچھ نہ کہا اور بکریاں لے کر چلنے لگے

جب بچے نے دیکھا کہ ڈاکوؤں نے میری بات نہیں مانی اور بکریاں لئے جا رہے ہیں تو ننھا معصوم پھُرتی کے ساتھ آگے بڑھا اور بکریوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

ڈاکوؤں نے کمسن بچے کی اِس جرأت کو تعجب کے ساتھ دیکھا اور کہا "ہٹ جا اور ہمیں بکریاں لے جانے دے"

"نہیں۔ کبھی نہیں۔ مجھے مار ڈالو اور بکریاں لے جاؤ۔ جب تک میں زندہ ہوں بکریاں یہاں سے نہیں جائیں گی" بچے کا جواب تھا۔

ڈاکو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اتنا چھوٹا سا کمزور بچہ اور اتنا دلیر!

نہایت تعجب کے ساتھ قزاقوں کا سردار آگے بڑھا بچے کو پیار کیا اور شفقت کے ساتھ پوچھا: "میاں تم کس کے لڑکے ہو؟"

بچے نے جواب دیا: "عبدالمطلب کا"

سارے عرب میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو عبدالمطلب کے نام سے واقف نہ ہو۔ سُنتے ہی ڈاکو بولا:

"بے شک سردارِ قریش کے لڑکے کو ایسا ہی بہادر ہونا چاہیئے۔ ننھے بہادر! میں تمہاری دلیری

کی قدر کرتا ہوں اور محض تمہارے لئے بکریوں کو چھوڑتا ہوں۔ تمہاری پیشانی کا نور کہہ رہا ہے کہ جب تم بڑے ہوگے تو نہ صرف بنو ہاشم بلکہ سارا عرب تمہاری ذات پر فخر کرے گا۔ تمہارا نام کیا ہے"

"محمدؐ"

"محمدؐ۔ محمدؐ۔ کیسا عجیب اور کتنا پیارا نام ہے۔" ڈاکو نے مزے لیتے ہوئے کہا "اچھا ننھے بہادر! سلام" یہ کہتے ہوئے ڈاکو رخصت ہوگئے +

بدظنّی سے بچو

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اگر دل میں تمہارے شر نہیں ہے — تو پھر کیوں ظنِّ بد سے ڈر نہیں ہے

کوئی جو ظنِّ بد رکھتا ہے عادت — بدی سے خود وہ رکھتا ہے ارادت

گمانِ بد شیاطیں کا ہے پیشہ — نہ اہلِ عفّت و دیں کا ہے پیشہ

تمہارے دل میں شیطاں دے ہے بچّے — اِسی سے ہیں تمہارے کام کچّے

وہی کرتا ہے ظنِّ بد بلا ریب
کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وہی عیب

(دُرِّثمین)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع

تفصیلی پروگرام

یکم نومبر ۱۹۶۳ء بروز جمعۃ المبارک

اجلاس اول

۳-۰ تا ۳-۸ بعد دوپہر	تلاوت قرآن مجید	حافظ مسعود احمد صاحب سرگودہا
۳-۸ تا ۳-۲۳	دعا و افتتاح	
۳-۲۳ تا ۳-۲۵	عہد	
۳-۲۵ تا ۳-۲۷	تقسیم علم انعامی	
۳-۲۷ تا ۳-۳۵	نظم	چوہدری شبیر احمد صاحب
۳-۳۵ تا ۳-۵۰	درس قرآن مجید	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
۳-۵۰ تا ۴-۵	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ
۴-۵ تا ۴-۲۰	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مولانا جلال الدین صاحب شمس قائد تعلیم
۴-۲۰ تا ۴-۳۵	استغفار اور تسبیح و تحمید کی اہمیت	مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل قائد تربیت
۴-۳۵ تا ۵-۵	تفریحی کھیلیں	
۵-۵ تا ۵-۳۵	احباب اجتماعی دعا کیلئے بہشتی مقبرہ جائیں گے	
۵-۳۵ تا ۷-۳۰	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس دوم

۷-۳۰ تا ۷-۴۰	تلاوت قرآن مجید	حافظ شفیق احمد صاحب
۷-۴۰ تا ۷-۵۰	نظم	چوہدری عبدالعزیز صاحب
۷-۵۰ تا ۸-۳۵	سالانہ رپورٹ مجلس انصار اللہ مرکزیہ	قائدین مرکزیہ
۸-۳۵ تا ۹-۳۰	مجلس شوریٰ	
۹-۳۰ تا ۹-۴۵	قبولیت دعا کی دو ذاتی مثالیں	مولانا جلال الدین صاحب شمس

شب بخیر

۲ نومبر ۱۹۶۳ء بروز ہفتہ

اجلاس سوم

۴-۳۰ تا ۵-۰	نماز تہجد	

۰۰-۵ تا ۳۵-۵	نماز فجر	
۳۵-۵ تا ۵۰-۵	درس قرآن مجید	مولانا ابوالعطاء صاحب قائد تربیت
۵۰-۵ تا ۰۰-۷	ذکر حبیب علیہ السلام	
۰۰-۷ تا ۳۰-۸	ناشتہ	

اجلاس چہارم

۳۰-۸ تا ۴۰-۸	تلاوت قرآن مجید	حافظ محمد رمضان صاحب
۴۰-۸ تا ۵۰-۸	نظم	قریشی عبدالرحمن صاحب
۵۰-۸ تا ۵-۹	درس قرآن مجید	مولانا محمد یار صاحب عارف
۵-۹ تا ۱۷-۹	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم-اے
۱۷-۹ تا ۳۰-۹	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	شیخ مبارک احمد صاحب
۳۰-۹ تا ۴۵-۹	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے و صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت	شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ
۴۵-۹ تا ۵-۱۰	ذکر حبیب علیہ السلام	(۱) محترم میاں محمد شریف صاحب ربوہ (۲) چوہدری محمد شریف صاحب منٹگمری
۵-۱۰ تا ۲۰-۱۰	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی علالت اور دعا کی تحریک	صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب
۲۰-۱۰ تا ۲۰-۱۱	انعامی تقریری مقابلہ	

منصفین:-

۱- چوہدری غلام احمد خان صاحب ناظم ضلع منٹگمری
۲- چوہدری احمد مختار صاحب زعیم اعلیٰ کراچی
۳- چوہدری احمد جان صاحب زعیم اعلیٰ راولپنڈی

عنوانات:-

۱- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی
۲- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی
۳- خدمت قرآن اور حضرت المصلح الموعود
۴- رسومات سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم۔

نوٹ:- مقابلہ میں شریک ہونے والے احباب کی تعداد کو مدنظر رکھ کر ہر مقرر کو وقت دیا جائے گا۔

۲۰-۱۱ تا ۵۰-۱۱ **سوال وجواب:-**

نوٹ:- ایسے سوالات دریافت کرنے کی اجازت نہ ہوگی جن کا تعلق افتاء یا قضاء سے ہو یا جن کا تعلق فرقہ وارانہ مسائل یا سیاسیات سے ہو۔

۱- محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
۲- مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس
۳- مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب اور
۴- مکرم قاضی محمد نذیر صاحب جواب دیں گے۔

۵۰-۱۱ تا ۰۰-۱۲	نظم	چوہدری شبیر احمد صاحب

۱۲-۰۰ تا ۲-۳۰	وقفہ برائے نماز ظہر و عصر و طعام	

اجلاس پنجم

۲-۳۰ تا ۲-۴۰	تلاوت قرآن مجید	حافظ محمد رمضان صاحب
۲-۴۰ تا ۲-۵۰	نظم	قریشی عبد الرحمان صاحب
۲-۵۰ تا ۳-۰۲	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شیخ مبارک احمد صاحب
۳-۰۲ تا ۳-۱۵	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
۳-۱۵ تا ۳-۲۵	نظم	محمد شفیع خانصاحب نجیب آبادی
۳-۲۵ تا ۳-۴۰	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض	مولانا جلال الدین صاحب شمس
۳-۴۰ تا ۳-۵۵	صحابہ کرامؓ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پایاں محبت	شیخ محمد احمد صاحب مظہر لائل پور
۳-۵۵ تا ۴-۰۵	نظم	محمد احمد صاحب انور حیدر آبادی
۴-۰۵ تا ۴-۲۵	"ذاتی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو" (لیکچر سیالکوٹ)	شیخ مبارک احمد صاحب
۴-۲۵ تا ۴-۴۵	صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہدایات	
۴-۴۵ تا ۵-۰۰	نظم	چوہدری شبیر احمد صاحب
۵-۰۰ تا ۵-۴۵	تفریحی کھیلیں	
۵-۴۵ تا ۷-۳۰	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

اجلاس ششم

۷-۳۰ تا ۷-۴۰ بعد نماز مغرب و عشاء	تلاوت قرآن مجید	چوہدری عبد العزیز صاحب
۷-۴۰ تا ۷-۵۰	نظم	محمد احمد صاحب انور
۷-۵۰ تا ۸-۰۵	تقسیم انعامات	
۸-۰۵ تا ۹-۲۰	مجلس شوریٰ	
۹-۲۰ تا ۹-۳۰	درس قرآن مجید	مولانا ابو العطاء صاحب

شب بخیر

۳ نومبر ۱۹۶۳ء بروز اتوار

اجلاس ہفتم

۴-۳۰ تا ۵-۰۰	نماز تہجد	

۵-۰۰ تا ۵-۳۵	نماز فجر	
۵-۳۵ تا ۶-۰۰	درس قرآن مجید	مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل
۶-۰۰ تا ۷-۰۰	ذکر حبیب علیہ السلام	
۷-۰۰ تا ۸-۳۰	ناشتہ	

اجلاس ہشتم

۸-۳۰ تا ۸-۴۰	تلاوت قرآن مجید	حافظ مسعود احمد صاحب سرگودہا
۸-۴۰ تا ۸-۵۰	نظم	چوہدری شبیر احمد صاحب
۸-۵۰ تا ۹-۰۵	درس قرآن مجید (سمعاً وطاعۃً)	مولانا جلال الدین صاحب شمس
۹-۰۵ تا ۹-۲۰	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم (سمعاً وطاعۃً)	پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے
۹-۲۰ تا ۹-۳۵	درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام (سمعاً وطاعۃً)	مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل
۹-۳۵ تا ۹-۵۵	عبادت اور ذکر الٰہی سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شغف	میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ
۹-۵۵ تا ۱۰-۰۵	نظم فارسی	قریشی عبدالرحمٰن صاحب
۱۰-۰۵ تا ۱۰-۲۵	صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاندار قربانیاں	مولوی غلام احمد صاحب فرخ
۱۰-۲۵ تا ۱۰-۴۰	نومسلموں کے اخلاص کے چند نمونے	شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۴۰ تا ۱۰-۵۵	خلافت ثانیہ کے موجودہ دور میں ہمارا فرض	مولانا جلال الدین صاحب شمس
۱۰-۵۵ تا ۱۱-۱۰	تحریک جدید کے کام کی وسعت	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
۱۱-۱۰ تا ۱۱-۵۵	خطاب	صدر محترم
۱۱-۵۵ تا ۱۲-۰۰	عہد و دعا	

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ٭

نوٹ:- یہ تربیتی اجتماع پرائیویٹ ہے اور ایک پرائیویٹ احاطہ میں منعقد ہو رہا ہے۔

احقر محبوب عالم خالد

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ

۵ / اکتوبر ۱۹۶۳ء

تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑدو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

''کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو ؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے۔ اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہو گی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان بن جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جز بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خداتعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من زکٰھا یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا ''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں طبع ہؤا